ہندستان میں وحدت اسلامی اور ملی اجتماعیت کی عظیم علامت

امارت شرعیہ

شرعی تصور، تحریک اور پس منظر

اختر امام عادل قاسمی
بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف بہار

دائرۃ المعارف الربانیۃ
جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: امارت شرعیہ (شرعی تصور، تحریک اور پس منظر)

نام مصنف: مفتی اختر امام عادل قاسمی

صفحات: ۱۴۳

سن اشاعت:- ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء

ناشر:- دائرۃ المعارف الربانیۃ جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور بہار

قیمت:- ۳۰۰

ملنے کے پتے

☆ مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی منوروا شریف، پوسٹ سوہما، ضلع سمستی پور بہار

848207 موبائل نمبر: 9473136822

☆ مکتبہ الامام، سی 212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابوالفضل پارٹ

۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی 25 موبائل نمبر: 9934082422

فہرست مندرجات

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱	عرض مؤلف	۷
۲	امارت شرعیہ-شرعی تصور	۸
۳	انقلابات دوراں	۸
۴	علماء امت کی فکرمندی ودردمندی-آزمائشیں اور قربانیاں	۹
۵	آئینی دور کا امام اور عصر حاضر کا مجدد	۱۲
۶	نظریہٗ امارت کی شرعی حیثیت-حدود اور معیار	۱۴
۷	نظریۂ امارت پر بعض کتابیں	۱۴
۸	تنظیم واجتماعیت اسلام میں مطلوب ہے	۱۵
۹	اسلام اجتماعیت کے بغیر اور اجتماعیت امارت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی	۱۷
۱۰	نصب امیر کے لئے مملکت کا وجود ضروری نہیں	۲۱
۱۱	مغلوبانہ حالات میں بیعت امارت	۲۱
۱۲	دارالکفر میں بحیثیت امیر حضرت طالوت کا تقرر	۲۱
۱۳	حالت مغلوبی میں بیعت عقبہ	۲۴
۱۴	عہد نبوت میں دوسرے غیر مسلم علاقوں میں تقرر امیر	۲۶
۱۵	دارالحرب یمامہ میں انتخاب امیر	۲۶
۱۶	فقہی تصریحات	۲۸
۱۷	قوت قاہرہ کے بغیر بھی امارت قائم ہو سکتی ہے	۳۱
۱۸	اسلامی تاریخ میں مغلوبانہ امارت کے نظائر	۳۴
۱۹	قدیم فارسی میں والی و قاضی کے لئے ہنرمند (یاہنرمن) کی اصطلاح	۳۵

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۲۰	شریعت میں قیام امارت کے لئے قوت قاہرہ شرط نہیں ہے	۳۷
۲۱	اہلیت امارت کے لئے مطلوبہ معیار	۳۸
۲۲	حدیث میں امام ضعیف سے مراد	۳۹
۲۳	قوت تنفیذ کا مطلب	۴۰
۲۴	امارت شرعیہ کے لئے بیعت کی ضرورت	۴۲
۲۵	دارالاستیلاء میں امارت کبریٰ کے بارے میں مولانا سجادؒ کا موقف	۴۵
۲۶	تحریک امارت شرعیہ - قیام، مقاصد اور پس منظر	۴۷
۲۷	امارت شرعیہ ہند کے قیام سے حضرت مولانا سجادؒ کا منصوبہ	۴۷
۲۸	جدید اصطلاحات کے بجائے اسلامی اصطلاحات والا ادارہ	۴۸
۲۹	مولانا ابو الکلام آزاد اور دیگر علماء سے تبادلۂ خیال	۴۹
۳۰	دارالکفر میں امارت شرعیہ تنظیم اسلامی کی واحد عبوری صورت	۵۲
۳۱	موجودہ ہندوستان میں امارت ہی مسلمانوں کے مسائل کا حل ہے	۵۵
۳۲	امت کی تنظیم اطاعت سے وابستہ ہے	۵۶
۳۳	تحریک امارت میں مخالفتوں کا سامنا	۵۸
۳۴	حضرت ابو المحاسنؒ کے ذہن میں امارت شرعیہ کا تصور	۶۱
۳۵	قیام امارت سے قبل بیعت جہاد	۶۱
۳۶	جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دوم میں امارت فی الہند کی تجویز	۶۲
۳۷	امیر الہندؒ کے انتخاب میں دشواریاں	۶۳
۳۸	حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۶۳
۳۹	مولانا ابو الکلام آزادؒ	۶۴

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۴۰	حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ	۶۷
۴۱	حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کا اختلاف	۶۹
۴۲	جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سوم میں امیر الہند کا مسئلہ	۷۳
۴۳	کل ہند امارت شرعیہ کے قیام میں رکاوٹیں	۷۷
۴۴	صوبہ وار امارتیں قائم کرنے کی تجویز منظور	۷۹
۴۵	امارت شرعیہ بہار کی بنیاد	۷۹
۴۶	جمعیۃ علماء بہار کے اجلاس دربھنگہ میں قیام امارت کا فیصلہ	۸۱
۴۷	حضرت مولانا سجادؒ کا تاریخی مکتوب	۸۳
۴۸	دعوت نامہ کا استقبال	۹۳
۴۹	حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کا جواب	۹۳
۵۰	حضرت مولانا شاہ بدرالدین پھلواریؒ کا جواب	۹۵
۵۱	حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ کی تائید	۹۸
۵۲	حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا جواب	۹۹
۵۳	تاسیس امارت کے لئے جمعیۃ علماء بہار کا خصوصی اجلاس	۱۰۰
۵۴	خطبۂ استقبالیہ	۱۰۰
۵۵	مجلس شوریٰ وارباب حل وعقد کی خصوصی نشست	۱۰۳
۵۶	تجاویز انتخاب امیر شریعت ونائب امیر شریعت	۱۰۴
۵۷	حضرت امیر شریعت اول کا مکتوب منظوری	۱۰۴
۵۸	کاروائی آخری اجلاس عام	۱۰۵
۵۹	حضرت مولانا سجادؒ کے ہاتھ پر نیابۃً بیعت امارت	۱۰۷

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۶۰	پہلی مجلس شوریٰ	۱۰۸
۶۱	خانقاہ رحمانی مونگیر کی طرف سے اپنے متوسلین کو ہدایات	۱۱۰
۶۲	دفتر امارت شرعیہ کا قیام	۱۱۱
۶۳	حضرت امیر شریعت اول کا پہلا فرمان	۱۱۲
۶۴	حضرت امیر شریعت اول کی آخری ہدایت	۱۱۴
۶۵	"مسئلہ انتخاب امیر شریعت" (ثانی)	۱۱۴
۶۶	جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کا اجلاس	۱۱۶
۶۷	حضرت امیر شریعت ثانی کے عہد میں امارت شرعیہ کی توسیع وترقی	۱۲۱
۶۸	امارت شرعیہ کی پالیسی کا اعلان	۱۲۱
۶۹	نظارت امور شرعیہ	۱۲۲
۷۰	مسودہ	۱۲۳
۷۱	امارت شرعیہ حضرت مولانا سجادؒ کے عہد میں	۱۲۷
۷۲	دارالقضاء	۱۲۷
۷۳	دارالافتاء	۱۲۸
۷۴	شعبۂ دعوت وتبلیغ	۱۲۸
۷۵	شعبۂ تنظیم	۱۲۹
۷۶	شعبۂ تعلیم	۱۲۹
۷۷	شعبۂ تحفظ مسلمین	۱۳۰
۷۸	شعبۂ نشرواشاعت	۱۳۱
۷۹	بیت المال	۱۳۱

صفحات	مضامین	سلسلہ نمبر
۱۳۱	شعبۂ تربیت سپہ گری	۸۰
۱۳۲	امیر شریعت کی عدم موجودگی میں بحیثیت امیر شریعت	۸۱
۱۳۲	حضرت مولانا سجادؒ کی صدارت میں مجلس شوری کا ایک یادگار اجلاس	۸۲
۱۳۲	امیر شریعت کی حیثیت کی تحریری وضاحت	۸۳
۱۳۴	امارت شرعیہ میں مالی بحران، اسباب اور حکمت عملی	۸۴
۱۳۵	اکابر نے پیٹ پر پتھر باندھ کر امارت شرعیہ کی حفاظت کی	۸۵
۱۳۶	امارت شرعیہ کی سیاسی مخالفت	۸۶
۱۳۸	کوئی طاقت اس کوہ عزم واستقلال کو متزلزل نہ کر سکی	۸۷
۱۳۸	کل ہند امارت کا خواب پورا نہ ہو سکا	۸۸
۱۴۲	حضرت مولانا سجادؒ کے بعد	۸۹

عرض مؤلف

اس کتاب میں امارت شرعیہ کی تحریک وتاسیس کی تاریخ، شرعی تصوراور تسلسل، شبہات و اعتراضات کے جوابات ،اور امارت ہند کے قیام کی مشکلات وموانع جیسے اہم عنوانات پر اعتدال اور توازن کے ساتھ علمی، تحقیقی اور تاریخی بحث کی گئی ہے، بلاشبہ امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت پر خود بانی امارت اور امیر شریعت اول کی کتاب "امارت شرعیہ –شبہات وجوابات "اور حضرت مولاناعبد الصمد رحمانی کی کتاب "ہندوستان اور مسئلۂ امارت" ،اورامارت کی تاریخ اور خدمات پر مولاناعبد الصمد رحمانیؒ کی کتاب "تاریخ امارت "اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ کی کتاب "امارت شرعیہ –دینی جدوجہد کا روشن باب "بہترین کتابیں ہیں، لیکن کئی اہم مباحث ایسے ہیں، جن کا ذکر مذکورہ کتابوں میں نہیں ہے، حیات ابوالمحاسن کی تصنیف کے وقت مجھے احساس ہوا کہ امارت شرعیہ کی تاریخ پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے، یہ حصہ اسی احساس کے تحت لکھا گیا، لیکن کام ابھی باقی ہے۔ یہ بھی حیات ابوالمحاسن ہی کا ایک باب ہے ،جو اپنے مضامین کی اہمیت کے پیش نظر مستقل کتابی صورت میں شائع کئے جانے کا مستحق ہے، چنانچہ بعض احباب کی خواہش پر اب اس کو مستقل کتاب کی صورت میں شائع کیا جارہاہے، اللہ پاک اسے قبول فرمائے ،اور نفع عام کا ذریعہ بنائے آمین۔

اختر امام عادل قاسمی

خادم جامعہ ربانی منورواشریف

۳۰/ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت شرعیہ-شرعی تصور

مفکر اسلام ابو المحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ کی حیات طیبہ کا سب سے روشن عنوان اور آپ کا عظیم ترین ملی و قومی کارنامہ "امارت شرعیہ" کا قیام ہے، غیر اسلامی اقتدار میں یہ آپ کے ملی اور سیاسی سفر کا نقطۂ عروج اور آپ کی تمام تر دینی و ملی جدوجہد کا لب لباب ہے، غیر اسلامی ہندوستان لئے یہ آپ کی پہلی منزل اور ثانوی نصب العین تھا، اصل منصوبہ تو خلافت اسلامیہ کا احیاء، مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی واپسی اور ملت اسلامیہ کو مرکز اسلامی سے مربوط کرنا تھا، لیکن اس ملک میں اس وقت اس سے زیادہ کا حصول ممکن نہیں تھا، ہندوستان سے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کا خاتمہ ہو چکا تھا، صدیوں سے جاری اقدار وروایات ایک ایک کر کے ختم کی جارہی تھیں اور خود مسلمانوں کے فکر و تمدن کی کایا پلٹ چکی تھی۔

انقلابات دوراں

بقول حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ:

"کل جو تخت نشیں تھے آج خاک نشیں ہیں، کل جو آزاد حکمراں تھے، آج وہ غلام اور بدترین غلام ہیں، کل تک جو ہزاروں غرباء و فقراء کے دامنوں کو سیم وزر سے بھر دیا کرتے تھے، آج وہ خود فقیر بے نوا ہیں، کل جن کی عبادت گاہیں آباد و پر رونق تھیں، آج وہ سنسان اور ویران ہیں، کل جن کی مسجدوں میں نہایت لائق اور دیندار امام و مؤذن مقرر تھے، آج اکثر جگہوں میں روٹی کے چند ٹکڑوں کے لئے محض بے علم اور نالائق لوگ امامت و مؤذنی کے لئے لڑ رہے ہیں، کل تک جو قومیں مسلمانوں سے آنکھیں بھی برابر نہیں کر سکتی تھیں، آج وہ ان کے گھروں کو لوٹتی ہیں، قربانی گاؤ کو بند کرتی ہیں، قبرستان پر قبضہ کر کے ہل چلانے کی فکر کر رہی ہیں، کل جن کی عدالتوں میں غیر اقوام اپنے قضیوں اور جھگڑوں کی داد رسی کے لئے حاضر ہوتے تھے، آج وہ خود غیروں کی نمائشی ورسمی عدالتوں میں نہایت بے غیرتی کے ساتھ

طوعاً و کرہاً حاضر ہوتے ہیں، کل تک جو غیر اسلامی قوانین کی تنفیذ یا تعمیل کو ظلم و فسق یا کفر تصور کرتے تھے، آج بے جھجک ان پر عمل پیرا ہو رہے ہیں"[1]

علماء امت کی فکر مندی و درد مندی- آزمائشیں اور قربانیاں

علماء امت برسوں سے ان زوال پذیر حالات سے فکر مند تھے، مسلمانوں کی انفرادی زندگی کو جو حالات درپیش تھے وہ تو تھے ہی، مسئلہ خود ملت اسلامیہ کی بقا اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے تحفظ کا تھا، جو قوم برسوں پراگندہ اور منتشر رہتی ہے وہ فکری اور اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے، اقتدار سے محرومی کے بعد فوری تدبیر نہ کی جائے تو ذہنی دیوالیہ پن بھی پیدا ہو جاتا ہے، اور بہت سے سامنے کے مسائل بھی انسان کو نظر نہیں آتے، اس لئے بقول حضرت مولانا سجادؒ:

"ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے بعد ہی چاہئے تو یہ تھا کہ مسلمان خود اپنا کوئی امیر منتخب کر کے جماعتی و اجتماعی نظام قائم کر لیتے، تاکہ پراگندگی اور انتشار کی لعنت سے محفوظ رہتے، اور ان خرابیوں سے بھی بچتے جو لوازم انتشار ہیں، چنانچہ بعض اکابر علماء ہند نے اس اہم فریضہ کی طرف توجہ بھی کی اور اس کی بابت فتاویٰ بھی لکھے، مثلاً:

ہندوستان پر انگریزی تسلط کے بعد ہی ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا تھا[2]، اور اپنے فتاویٰ میں اس بات پر زور دیا کہ مسلمان خود اپنا امیر منتخب کریں، جس کی ماتحتی میں وہ تمام ملی اور اجتماعی کام انجام دیئے جائیں جو امیر و قاضی کے بغیر روبہ عمل نہیں آسکتے ہیں[3]۔ جب کہ ابھی ملک پر انگریزوں کا پوری طرح تسلط نہیں ہو پایا تھا، پچھلی بعض

---- حواشی --

1 - مقالات سجاد ص ۱۳۲۔

2 - مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۷،۱۶ فارسی ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی، سن طباعت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء

3 - مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۳۲، ۳۳ فارسی ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی، سن طباعت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء

چیزیں اب بھی باقی تھیں (لیکن شاہ صاحب نے خطرہ کی گھنٹی محسوس فرمالی تھی کہ یہ سلسلہ کبھی بھی موقوف ہو سکتا ہے [4] چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ کے فتویٰ کے تقریباً چالیس (۴۰) سال کے بعد ۱۸۶۲ء میں انگریزوں نے پہلے اسلامی تعزیرات منسوخ کر کے تعزیرات ہند کا نفاذ کیا، پھر ۱۸۶۴ء میں اسلامی قاضیوں کی تقرری موقوف کر دی، اور ۱۸۷۲ء میں اسلامی قانون شہادت بھی منسوخ کر دی گئی،۔۔۔۔) مگر حکومت اسلامیہ کے زوال اور انگریزوں کے تسلط کے بعد فطرتاً جو وہن اور کمزوری ان میں پیدا ہو گئی تھی، اس نے تمام بڑے بڑے ذی ہوش مسلمانوں کو بھی شہ نشیں بنا دیا، اور اس کے بعد پھر ۱۸۵۷ء کے مظالم نے تو بڑے بڑے بہادر مسلمانوں کو بھی پست ہمت کر دیا،۔۔۔ پھر کیا تھا جو بعض اسلامی ادارے مسلمانوں کے لئے خصوصیت سے باقی رکھے گئے تھے، وہ سب بھی ایک ایک کر کے اٹھا دیئے گئے، نہ محکمۂ قضا رہا، نہ محکمۂ صدر الصدور، نہ اوقاف کا نظام باقی رکھا گیا، نہ ججوں کے ساتھ "مفتی اسلام" کا عہدہ، الغرض یہ چند اسلامی چیزیں جو حسب معاہدہ یا حسب وعدہ انگریزوں نے باقی رکھی تھیں، سب کی سب بیک جنبش قلم ختم کر دی گئیں، اسی کے ساتھ جاگیروں اور زمینداریوں کی ضبطی کے بعد جو کچھ دولت بچی کھچی تھی، وہ بھی ختم

۔۔۔۔حواشی۔۔۔

4 - حضرت شاہ صاحب سے زیادہ اس خطرہ کو کون محسوس کر سکتا تھا، جب کہ خود آپ کے خانوادہ پر مصیبتوں کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹ چکے تھے، آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پہونچے اتروا کر ہاتھ بیکار کرا دیئے گئے تھے، تا کہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں، خود شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ کو دہلی سے اس طرح نکالا گیا تھا کہ یہ دونوں بزرگ مع مستورات کے شاہدرہ تک پیدل چل کر گئے تھے، اس کے بعد مستورات کو تو کسی طرح سواری مل گئی تھی، جس سے وہ پھلت (مظفر نگر) چلی گئی تھیں، مگر ان دونوں بھائیوں کو سواری پر بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں ملی، شاہ رفیع الدین صاحبؒ پیدل لکھنؤ تشریف لے گئے، اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ جونپور کے لئے روانہ ہوئے، حکم یہ تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ نہ رہیں، اور نہ سواری پر سفر کریں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کو راستہ میں لو لگ گئی، اور ان کی آنکھوں کی بینائی متاثر ہو گئی، اس کے علاوہ ان کی جان لینے کی سازش بھی کی گئی، دو مرتبہ ان کو زہر دیا گیا، ایک مرتبہ چھپکلی کا ابٹن سارے جسم پر ملوا دیا گیا، جس سے آپ کو جذام اور برص ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون (تاریخ امارت ص ۵،۶ مصنفہ مولانا عبد الصمد رحمانی - طبع ثانی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ - ۱۳۶۷ھ)

ہو گئی"[5]

متعدد علماء اور قائدین نے امت کی اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینے کی بڑی کوششیں کیں، جن میں سے بعض کا ذکر حضرت مولانا محمد سجادؒ کی مرتب کردہ کتاب "تذکرہ جمعیۃ علماء ہند" میں بھی کیا گیا ہے جو ۱۹۴۰ء میں بطور اعلامیۂ امت کے شائع ہوا تھا اور اس پر حضرت ابو المحاسن مولانا محمد سجادؒ کے علاوہ، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، اور حضرت مولانا عبد الحلیم صدیقیؒ نے بھی اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے، اس کا یہ اقتباس بہت اہم ہے:

"اس موقع پر ہم اس حقیقت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کہ ہندوستان میں قیام امارت اور نظام شرعی کی ضرورت واہمیت اس موقع پر محسوس ہونے لگی تھی، جب کہ اسلامی حکومت کا چراغ گل ہو رہا تھا، حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ نے اپنے وقت میں قیام امارت کے وجوب کا فتویٰ دیا تھا، چنانچہ اس فتویٰ پر سب سے پہلے اس وقت عمل کیا گیا، جب کہ حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ کو امام وامیر منتخب کیا گیا، لیکن اس انقلاب عظیم کے بعد حالات ناساز گار ہو گئے، زبان وقلم پر جبروتی مہریں لگادی گئیں ، مگر ہمارے اکابر کے دل ودماغ اس تخیل سے کبھی غافل نہیں رہے، اور مقصد عظیم کی مبادیات میں مشغول رہ کر اس وقت کا انتظار کرتے رہے، جب کہ حالات سازگار ہوں، اور اسلامی نظام جماعتی وشرعی اصول وضوابط سے قائم کرنا ممکن ہو جائے" (چند سطروں کے بعد) اور جب یہ حالت پیدا ہو چکی ہے تو ضرورت ہے کہ مرکزی نظام شرعی اور قیام امارت فی الہند کی تجویز کو عملی شکل دی جائے"----------

---- --------"مسلمانوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ ہندوستانی سیاست اور حکومت خواہ کوئی شکل وصورت اختیار کرے اس کے اندر اسلامی سیاست کی رعایت

----حواشی--

5 - مقالات سجاد ص ۱۳۴ تا ۱۳۶۔

کوملحوظ رکھنا، پھر اسلامی اجتماعی اصول واحکام کو بروئے کار لانا بغیر اس کے ناممکن ہے، کہ ایک طرف مسلمانان ہند جمعیۃ علماء ہند اور اس کی شاخوں کو مضبوط بنائیں، اور اس کی ہر آواز پر لبیک کہیں، اور اس کے دفتر اور کاموں کے لئے بقدر وسعت وہمت مال وزر سے اعانت کرتے رہیں۔

دوسری طرف وہ جمعیۃ کی امارت کی اسکیم شرعی اور نظام سیاسی کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھیں، اور تمام ہندوستان میں اس نظام کو قائم کرنے میں جمعیۃ علماء ہند کا ہاتھ بٹائیں "[6]

لیکن اپنوں کی نادانیوں اور دشمن کی عیاریوں کی بنا پر اکثر کوششیں بظاہر بے نتیجہ ثابت ہوئیں، جن کی تفصیلات ہماری تحریکی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں[7]۔

آئینی دور کا امام اور عصر حاضر کا مجدد

بالآخر یہ قرعۂ فال مفکر اسلام حضرت ابو المحاسن مولانا محمد سجادؒ کے نام نکلا، اور آپ نے اس امت کی دینی اجتماعیت کو ایک نیا رخ دے کر اس پر امارت شرعیہ کی تاسیس فرمائی، حالانکہ جس دور میں آپ نے اپنی

---- حواشی --

6 - نظام قضا کا قیام ص ۱۳، ۱۲ مصنفہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، شائع کردہ مسلم پرسنل لاء بورڈ دہلی ۲۰۱۶ء ☆ تاریخ امارت ص ۱۳۵، ۱۳۶ بحوالہ رسالہ "تذکرہ جمعیۃ علماء ہند" ص ۳۴، ۳۳۔

7 - مثلاً: ☆ حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کے زیر قیادت سرحد کے علاقہ میں امارت اسلامی (۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۱/ جنوری ۱۸۲۷ء تا ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶/ مئی ۱۸۳۱ء قریب ساڑھے چار سال) قائم کی گئی جس کا اختتام بالاکوٹ میں اکابرین امارت اسلامی کی شہادت پر ہوا۔ (سیرت سید احمد شہید، مصنفہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ)

☆ ۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون میں امارت اسلامی کا قیام عمل میں آیا جس میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ امیر المؤمنین، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سپہ سالار افواج، اور فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قاضی شریعت مقرر ہوئے، مگر یہ تحریک بھی جلد ہی منتشر ہوگئی (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۴)

☆ بیسویں صدی کے آغاز میں انہی مقاصد کے لئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ایک عالمی تحریک شروع فرمائی، جو بعد میں تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہوئی، اس تحریک نے بھی منزل تک پہونچنے سے پہلے ہی دم توڑ دیا (نقش حیات حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ص ۴۳)

آنکھیں کھولی تھیں، وہ اپنی ابتری کی آخری حدود بھی پار کرچکا تھا، اور پانی سر سے بہت اوپر جاچکا تھا، لیکن آپ کی تجدیدی فکر اور جہد مسلسل نے رکاوٹوں کے پہاڑ کاٹ ڈالے اور سنگینیوں کی نوک پر چلتے ہوئے بالآخر ۱۹/ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۹۲۱ء کو غیر مسلم ہندوستان کے صوبۂ بہار میں آپ نے اپنی نوعیت کی پہلی امارت شرعیہ کی بنیاد رکھ دی[8] لیکن حضرت مولانا سجادؒ کو یہ رنجیدہ احساس تھا کہ یہ امارت ہندوستان میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس قبل قائم ہونی چاہئے تھا، اسی طرح ان کو اس کا بھی تازندگی افسوس رہا کہ یہ چیز ملک گیر سطح کے بجائے صرف ایک صوبہ کی سطح پر قائم ہو سکی[9]۔

----حواشی--

8 - بلاشبہ امارت شرعیہ اپنی نوعیت کی پہلی امارت تھی جو غیر اسلامی ہندوستان میں قائم ہوئی، اس لئے کہ اس سے قبل قیام امارت کی جو بھی کوششیں ہوئیں وہ حربی نوعیت کی تھیں جب کہ امارت شرعیہ کی نوعیت آئینی تھی، سابقہ کوششیں اصلاً غیر اسلامی اقتدار کے بالمقابل حکومت اسلامیہ کے قیام کے لئے شروع کی گئی تھیں، جس کو ہم امامت عظمیٰ یا خلافت اسلامیہ کہہ سکتے ہیں، جب کہ امارت شرعیہ غیر مسلم اقتدار میں رہتے ہوئے تنظیمی اور اجتماعی وحدت کی ایک شکل تھی، جس کو ہم امامت عظمیٰ نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ولایت شرعیہ کہہ سکتے ہیں۔۔۔ اسی لئے امارت اسلامیہ کے لئے سابقہ کوششوں کی شرعی حیثیت پر کسی جانب سے کوئی حرف سوال نہیں اٹھا، اس لئے کہ وہ ایک معروف تصور تھا جس کو امت صدیوں سے دیکھتی چلی آئی تھی، اور مسلمانوں کے اجتماعی وقومی مزاج سے ہم آہنگ بھی تھا ،۔۔۔ اس کے برعکس جب حضرت مولانا سجادؒ نے غیر مسلم نظام حکومت میں امارت شرعیہ کا تخیل پیش فرمایا تو اس کے خلاف چہار جانب سے شبہات واعتراضات کا طوفان کھڑا ہوگیا، بعض معتبر حلقوں سے بھی سرگوشیاں سنائی دیں، جب کہ شریعت اسلامی میں فقہ الاقلیات کی یہ دفعہ یقینی طور پر موجود تھی، لیکن قانونی ذخیرہ میں وہ اس طرح گم ہوچکی تھی کہ صدیوں سے حکمرانی کرنے والی قوم نے کبھی اسے لائق اعتنا نہیں سمجھا، یا یہ کہ غلبہ پسند ذہنیت اس مغلوبانہ نظریہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھی، حضرت مولانا سجادؒ اور ان کے رفقاء کو اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑی تب جاکر یہ نظریہ غیر مسلم ہندوستان میں قابل عمل قرار پا سکا، اسی لئے حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی نے بجا طور پر آپ کو "اس آئینی دور کا امام، وقت کا صحیح نباض اور تیرہویں صدی کا مجدد" قرار دیا ہے (تاریخ امارت ص ۴۳، ۴۴) اللہ پاک آپ کی اور آپ کے رفقاء کی روحوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے آمین۔

9 - مقالات سجاد ص ۱۳۷۔

نظریۂ امارت کی شرعی حیثیت-حدود اور معیار

حضرت مولانا سجادؒ نے تحریک امارت شروع کی تو گو کہ ہندوستان میں ان کی فکر کی بنیاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ پر تھی، جس کا انہوں نے اپنے مضامین اور خطوط میں بارہا اظہار فرمایا، اور اس کی تائید بھی بہت سے اہم علماء کی طرف سے کی گئی ، لیکن اس کے باوجود کئی حلقوں سے ان کو سخت مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور انہی مخالفتوں کی بنیاد پر کل ہند سطح پر امارت شرعیہ قائم نہ ہو سکی، اور اس کے قیام میں جس تیزی کے وہ متقاضی تھے، اور اس کو امت پر ایک اہم فرض تصور فرماتے تھے، وہ حساسیت امت کے اکثر حصے میں مفقود تھی، گو کہ اب یہ اختلافات داستان ماضی بن چکے ہیں، اور قائلین امارت کی مضبوط ترجمانی کے نتیجے میں مخالف دلائل کا زور ٹوٹ چکا ہے، لیکن تاریخی سرمایہ کے طور پر اس کا مختصر تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

نظریۂ امارت پر بعض کتابیں

☆اس موضوع پر سب سے مضبوط اور مستند تحریرات خود بانیٔ امارت شرعیہ حضرت مولانا محمد سجادؒ اور امیر شریعت اول حضرت فیاض المسلمین شاہ بدرالدین پھلواروی کی ہیں، جو حضرت مولانا شاہ قیام الدین عبدالباری فرنگی محلیؒ کے شبہات کے جواب میں لکھی گئی ہیں، یہ تحریرات پہلے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے "لمعات بدریہ" (مجموعۂ مکاتیب شاہ بدرالدینؒ) کا جزء بن کر شائع ہوئیں، پھر بعد میں حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ امارت شرعیہ پٹنہ سے مستقل طور پر بھی شائع ہوئیں۔

☆اس موضوع پر دوسری سب سے مبسوط اور مدلل کتاب حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت پھلواری شریف پٹنہ کی کتاب "ہندوستان اور مسئلۂ امارت" ہے، جو انہوں نے خود بانی امارت شرعیہ کی ہدایات و افادات کی روشنی میں مرتب کی تھی، لیکن اس کی اشاعت بانی امارت شرعیہ کے وصال کے بعد پہلی بار ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے عمل میں آئی۔

☆اس موضوع پر ایک اور اہم کتاب حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد ظفیرالدین مفتاحیؒ کی ہے "

امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب "، گو کہ اس کتاب کا موضوع تاریخ ہے لیکن امارت سے متعلق ضروری نکات بھی زیر بحث آئے ہیں، یہ کتاب پہلی بار ربیع الاول ۱۳۹۴ھ / اپریل ۱۹۷۴ء میں مکتبہ امارت شرعیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔

ان کے علاوہ اس موضوع پر اور بھی کئی علمی تحریرات موجود ہیں، جن سے یہ مسئلہ اب پوری طرح منقح ہو چکا ہے، تطویل سے بچتے ہوئے اس بحث کے ضروری نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

تنظیم واجتماعیت اسلام میں مطلوب ہے

☆اسلام میں تنظیم واجتماعیت کی بڑی اہمیت ہے، اسلام مسلمانوں کو منظم دیکھنا چاہتا ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان روئے زمین کے کسی بھی حصہ پر رہیں، جماعتی زندگی گذاریں، انتشار اور انارکی سے بچیں، اس میں دارالاسلام اور دارالکفر کی تخصیص نہیں ہے، اسلام کی یہ تعلیم اسی طرح امر مطلق ہے جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ایمان، شہادت، نکاح، طلاق، طہارت، نجاست وغیرہ احکام دارالاسلام اور دار الکفر کے حدود سے بالاتر اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں پر نافذ ہوتے ہیں، خواہ وہ حالت غلبہ میں ہوں یا حالت مغلوبیت میں، اگر کسی مقام پر چند مسلمان بھی ہوں تو اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ وہ ایک کو امیر بنالیں، اگر سفر میں بھی چند لوگ ساتھ ہوں تو ان میں بھی ایک کو امیر سفر بنالیا جائے، اور اس کی ماتحتی میں سفر طے کیا جائے، تفرق وانتشار سے بچنا اور مسلمانوں میں ارکان خاندان سے بھی زیادہ اخوت ایمانی قائم کرنا اسلام کا نصب العین ہے، اور اسلام کا یہ نصب العین حالات کے مطابق ہر جگہ قابل عمل ہے، نصرت باہمی اور اتحاد و اتفاق کی اساس یہی ہے۔

اجتماعیت ایک کلی تصور ہے، یعنی جہاں جس طرح کی اجتماعیت ممکن ہو قائم کی جائے گی، جب مسلمان مکہ مکرمہ میں مغلوبانہ زندگی گذار رہے تھے، اس زمانے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ[10]

ترجمہ: دین کو قائم کرو اور باہم اختلاف نہ کرو۔

----حواشی--

10 -الشوریٰ :۱۳

اور مدینہ منورہ میں جب غلبہ کا دور آیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُواالآیۃ[11]

ترجمہ: اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑلو، اور انتشار سے بچو۔

دونوں آیات کے مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعتی زندگی ہر حال میں اسلام کو مطلوب ہے، بلکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ نبیوں سے بھی یہ عہد لیا گیا تھا:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَاإِلَيْكَ وَمَاوَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ[12]

اس کی تفسیر میں علامہ نیشاپوریؒ لکھتے ہیں:

{شرع لكم } بيَّن وأظهر لكم { من الدين ما وصَّى به } أمر { نوحاً } ثمَّ بيَّن ذلك فقال:{ أن أقيموا الدين ولاتتفرقوا فيه}والله يبعث الأنبياء كلَّهم بإقامة الدِّين وترك الفرقة[13]

علامہ دمشقیؒ رقمطراز ہیں:

أَنْ أَقِيمُواْ الدين وَلاَ تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ } بعث الأنبياء كلهم بإقامة الدين والألفةوالجماعة وترك الفرقة والمخالفة[14]

اور بھی کئی مفسرین نے اس مضمون کو نقل کیا ہے[15]

----حواشی---

[11] -آل عمران:۱۰۳۔

[12] - الشوریٰ :۱۳

[13] - الوجيز في تفسير الكتاب العزيزج ۱ ص ۸۵۷ المؤلف : أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي (المتوفى : 468هـ)

[14] - تفسيراللباب في علوم الكتاب ج ۱۴ ص ۷۴المؤلف:أبوحفص سراج الدين عمربن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى : 775هـ)-

[15] - لباب التأويل في معاني التنزيل ج ۵ ص ۳۶۰المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ) مختصر تفسير البغوي ج ۷ ص ۵۰المؤلف : عبد الله بن أحمد بن علي الزيدالطبعة : الأولى الناشر : دار السلام للنشر والتوزيع – الرياض تاريخ النشر : 1416هـ عدد الصفحات : 1040 عدد الأجزاء : 1 معالم التنزيل ج ۷ ص ۱۸۷المؤلف : محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي

اسلام اجتماعیت کے بغیر اور اجتماعیت امارت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی

اسی لئے خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ نے واضح اعلان فرمایا:

لا إسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بإمارة ولا إمارة إلا بطاعة[16]

یعنی اسلام کی بنیاد ہی جماعت پر ہے، اور جماعت کے لئے امارت ضروری ہے، اور امارت بغیر اطاعت کے وجود میں نہیں آسکتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جماعت کا ایک خاص اصطلاحی مفہوم ہے، چند لوگوں کا محض جمع ہو جانا کافی نہیں ہے، بلکہ نظام امارت کے تحت جمع ہونے کا نام جماعت ہے، قرآن کریم سے بھی یہی روشنی ملتی ہے کہ قیام جماعت کے لئے اولو الامر کی اطاعت ضروری ہے:

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُواأَطِيعُوااللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِمِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌوَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا[17]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اوران کی جو تم میں سے اولو الامر ہوں، اگر کسی امر میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اور بدلہ بھی بہترین ہے۔

ایک حدیث میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ جماعت کے لئے امام لازم ہے:

حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلاَنِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ – صلى الله عليه وسلم–عَنِ الْخَيْرِ،وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ

(المتوفى : 510هـ)المحقق : حققه وخرج أحاديثه محمد عبد الله النمر – عثمان جمعة ضميرية – سليمان مسلم الحرش الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الرابعة ، 1417 هـ – 1997 م عدد الأجزاء : 8 -

[16] - سنن الدارمي ج ۱ ص ۹۱ حديث نمبر:۲۵۱ المؤلف : عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد الدارمي الناشر : دار الكتاب العربي – بيروت الطبعة الأولى ، 1407 تحقيق : فواز أحمد زمرلي , خالد السبع العلمي عدد الأجزاء : 2

[17] -النساء:۵۹ -

الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي.فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا فِى جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ،فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ « نَعَمْ » .قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ «نَعَمْ ، وَ فِيهِ دَخَنٌ » قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ « قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِهَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُقُلْتُ فَهَلْ بَعْدَذَلِكَ الْخَيْرِمِنْ شَرٍّ قَالَ « نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا »قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا ، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا »قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِى إِنْ أَدْرَكَنِى ذَلِكَ قَالَ « تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ ».قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلاَ إِمَامٌ قَالَ«فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا[18]

ترجمہ:ابوادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے فرمایا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے امور خیر کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور میں اکثر آنے والے فتنوں اور شر کے بارے میں دریافت کرتا تھا، تاکہ اپنے آپ کو ان سے بچا سکوں، ایک دن میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ!ہم جہالت و شر میں مبتلا تھے ،پھر اسلام ہمارے پاس خیر لے کر آیا،تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آنے والا ہے ؟ارشاد ہوا،ہاں،میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد پھر خیر آئے گا؟ فرمایا، ہاں ،اوراس میں کچھ بگاڑ ہو گا، میں نے عرض کیا، کیا بگاڑ ہو گا؟ فرمایا کچھ ایسے لوگ ہونگے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے،اور میری روش سے الگ روش اختیار کریں گے،تم ان میں اچھی بات بھی پاؤ گے اور بری بات بھی،میں نے عرض کیا ، پھر اس اچھائی کے بعد برائی آئے گی؟آپ نے فرمایا،ہاں ، بہت سے داعی پیدا ہونگے جو جہنم کی طرف بلائیں گے،جو ان کی بات مانیں گے جہنم رسید

----حواشی--

[18] - الجامع الصحيح ج ۳ ص ۱۳۱۹ **حديث نمبر:۳۴۱۱**المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، **1407 – 1987** تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : **6**مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا۔

ہونگے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ان کی صفات بیان فرمایئے، ارشاد فرمایا: وہ ہماری ہی قوم کے ہونگے، اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے، میں نے عرض کیا، اگر وہ وقت میری زندگی میں آجائے تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو، میں نے عرض کیا، اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام موجود نہ ہو؟ آپ نے فرمایا، پھر ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس گروہ کا امیر نہ ہو وہ محض فرقہ ہے جماعت نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جس کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کی جماعت کا کوئی امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی:

عن ابن عمر: أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه حتى يراجعه قال: ومن مات وليس عليه إمام جماعةفإن موتته موتةجاهلية(هذا حديث صحيح على شرط الشيخين وقدحدث به الحجاج بن محمدأيضاعن الليث ولم يخرجاه تعليق الذهبي قي التلخيص: على شرطهما[19]

ایک روایت میں ارشاد نبوی ہے کہ مؤمن کی کوئی صبح وشام ایسی نہیں گذرنی چاہئے جس میں اس کا کوئی امیر نہ ہو:

مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَنَامَ نَوْمًا،وَلَايُصْبِحَ صَبَاحًا،وَلَايُمْسِيَ مَسَاءًإِلَّاوَعَلَيْهِ أَمِيرٌ[20]

---حواشی---

[19] - **المستدرك على الصحيحين ج ١ ص ١٥٠ حديث نمبر: ٢٥٩ المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1990 تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا،عدد الأجزاء : 4 مع الكتاب : تعليقات الذهبي في التلخيص**

[20] - **مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٣ ص ٢٩ حديث نمبر: ١١٢٦٥ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ) الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها**

اس مضمون کی بے شمار روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے نصب امام اور قیام امارت کا صریح اور لازمی حکم نکلتا ہے۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی چند لوگ ساتھ ہوں تو حکم ہے کہ ایک کو امیر چن لیا جائے اور سفر اس کی ماتحتی میں کیا جائے:

عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِىِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– قَالَ« إِذَاخَرَجَ ثَلاَثَةٌ فِى سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ [21]

رسول اللہ ﷺ نے مختلف علاقوں کے لئے مختلف امراء مقرر فرمائے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ–صلى الله عليه وسلم–أَنَّهُ قَالَ«مَنْ أَطَاعَنِى فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِى فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِى فَقَدْ أَطَاعَنِى وَمَنْ عَصَى أَمِيرِى فَقَدْ عَصَانِى [22]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت صرف امیر المؤمنین ہی کی نہیں بلکہ نظام امارت کے قیام اور بقا کے لئے اصول کے مطابق ہر چھوٹے بڑے امیر کی اطاعت واجب ہے، خواہ وہ امیر سفر ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کا تقرر امیر المؤمنین کی جانب سے ہو یا وہ عام مسلمانوں کی طرف سے منتخب کردہ ہو۔

سمعت أبا أمامة يقول:سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يخطب في حجة الوداع فقال اتقوا الله [ربكم] وصلوا خمسكم وصوموا شهركم وأدوا زكاة أموالكم وأطيعوا إذا أمركم تدخلوا جنة ربكم قال فقلت لأبي أمامة منذ كم سمعت[من رسول الله صلى الله عليه و سلم]هذا الحديث ؟قال سمعته و أنا ابن ثلاثين سنة قال أبوعيسى هذا حديث حسن صحيح [23]

----حواشی---

[21] - سنن أبي داود ج ٢ ص ٣٤٠ حديث نمبر:٢٦١٠المؤلف :أبوداودسليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ـ بيروت عدد الأجزاء : 4

[22] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٦ ص ١٣ حديث نمبر:٤٨٥٤المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة :

نصب امیر کے لئے مملکت کا وجود ضروری نہیں

یہ تصور قطعی درست نہیں کہ قیام جماعت اور نصب امیر کے لئے اسلامی مملکت کا وجود شرط ہے، اس لئے کہ ایک روایت میں ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی جگہ پر رہنے والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے لئے امیر کا انتخاب کریں:

ولا يحل لثلاثة نفر يكونون بأرض فلاة الا أمروا عليهم أحدهم[24]

اس میں کوئی قید نہیں کہ وہ خطۂ ارض کہاں واقع ہے، مسلم اقتدار کے علاقے میں یا غیر مسلم اقتدار کے علاقے میں، "ارض فلاۃ" کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم جغرافیائی حدود کا پابند نہیں ہے، علاقے کے فرق سے امارت کے معیار اور حدود میں تفاوت ہو سکتا ہے، اور امارت کی مختلف قسموں کی تطبیق میں فرق ہو سکتا ہے، لیکن نفس امارت کے حکم پر اس کا اثر نہیں پڑے گا، اگر امارت کی ایک صورت ممکن نہ ہو تو جو صورت ممکن ہو اس کو نافذ کرنا لازم ہو گا۔

مغلوبانہ حالات میں بیعت امارت

جہاں تک خاص مغلوبانہ حالات میں بیعت امارت کا تعلق ہے تو اس کی مثالیں بھی قرآن وحدیث اور تصریحات فقہاء میں موجود ہیں:

دارالکفر میں بحیثیت امیر حضرت طالوت کا تقرر

☆اس کی ایک مثال حضرت شمویلؑ (پیغمبر) کے زیر قیادت حضرت طالوت کا بحیثیت امیر تقرر ہے[25]، قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے:

---

23 - الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ٢ ص ٥١٦ حديث نمبر:٦١٦ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر:دارإحياء التراث العربي–بيروت تحقيق:أحمدمحمدشاكروآخرون عدد الأجزاء:5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني

24 - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٢ ص١٧٦ احديث نمبر:٦٦٤٧ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها۔

25 - تفسیر جواہر علامہ طنطاویؒ مصری ج ا ص ۵۰۳۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَامَلِكًانُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّاتُقَاتِلُواقَالُوا وَمَالَنَاأَلَّانُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ قَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّاكُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْاإِلَّاقَلِيلًا مِنْهُمْ وَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ(**246**) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَاوَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةًمِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةًفِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُوَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[26]

ترجمہ: کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی اس جماعت کو نہیں دیکھا جس نے اپنے نبی سے فرمائش کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی امیر مقرر فرمادیں جن کے زیر قیادت ہم جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام دے سکیں، نبیؑ نے ارشاد فرمایا: کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ جب تم پر جہاد فرض کر دیا جائے تو تم جہاد سے مکر جاؤ، انہوں نے کہا: ہم کیوں جہاد سے اعراض کریں گے جب کہ ہمیں اپنے گھروں اور خاندان سے نکال دیا گیا، لیکن جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو چند کو چھوڑ کر اکثر لوگوں نے اس سے اعراض کیا، اللہ پاک کو ان ظالموں کی خبر ہے، ان کے نبیؑ نے ان سے کہا کہ طالوت کو تمہارا امیر مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا امیر کیونکر ہو سکتا ہے، امارت کے تو ہم زیادہ حقدار ہیں، اس کے پاس تو مالی وسعت بھی نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ انتخاب اللہ کی جانب سے ہے، علاوہ طالوت کو علم و وجاہت کی دولت بھی حاصل ہے، اللہ پاک جسے چاہتے ہیں امارت و حکومت سے سر فراز کرتے ہیں، وہی وسعت و علم والا ہے۔

اللہ کے حکم پر نبیؑ کی طرف سے امیر کا یہ تقرر ایسے حالات میں ہوا جب بنی اسرائیل جالوت جیسے

----حواشی--

26 -البقرۃ : ۲۴۶،۲۴۷-

ظالم بادشاہ کے زیر اقتدار انتہائی مغلوبانہ حالات سے دوچار تھے، ان کے بیشتر افراد قید و بند کی زندگی گذارنے پر مجبور تھے، ان پر جزیہ عائد کر دیا گیا تھا، بنی اسرائیل کے شاہی خاندان کے چار سو چالیس (۴۴۰) نفوس قید کر لئے گئے تھے، یہاں تک کہ ان کی مذہبی کتاب تورات بھی ان کے ہاتھوں سے چھین لی گئی تھی، ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں چھوڑا گیا تھا جو قومی اور اجتماعی معاملات کے نظم و انتظام کا شعور رکھتا ہو، خاندان نبوت کے تمام لوگ (ایک حاملہ عورت کو چھوڑ کر جس سے بعد میں حضرت شمویلؑ پیدا ہوئے) شہید کر دیئے گئے تھے۔ علامہ بغویؒ لکھتے ہیں:

وهم قوم جالوت كانوايسكنون ساحل بحر الروم بين مصر وفلسطين و هم العمالقةفظهرواعلى 42/أ بني إسرائيل وغلبواعلى كثير من أرضهم وسبواكثيرا من ذراريهم وأسروا من أبناء ملوكهم أربعين وأربعمائة غلاما، فضربواعليهم الجزية وأخذوا توراتهم، ولقي بنو إسرائيل منهم بلاء وشدة ولم يكن لهم نبي يدير أمرهم ، وكان سبط النبوة قد هلكوا، فلم يبق منهم إلاامرأةحبلى فحبسوهافي بيت رهبة أن تلد جارية فتبدلها بغلام لما ترى من رغبة بني إسرائيل في ولدها وجعلت المرأة تدعو الله أن يرزقها غلاما فولدت غلاما،فسمته أشمويل[27]

مفسر ابو السعود العمادیؒ رقمطراز ہیں:

وذلك أن جالوت رأسَ العمالقةِ وملكهم وهو جبارٌ من أولاد عمليق بن عاد كان هو ومن معه من العمالقةيسكنون ساحلَ بحرِ الرومِ بين مصر و فلسطين وظهرواعلى بني إسرائيلَ وأخذوادیارَهم وسبَوْاأولادهم وأسرُوامن أبناءملوكهم أربعَمائةوأربعين نفساًوضربوا عليهم الجزيةَوأخذوا

---حواشی---

[27] - معالم التنزيل ج ١ ص ٢٩٦المؤلف : محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى : 510هـ)المحقق : حققه وخرج أحاديثه محمد عبد الله النمر – عثمان جمعة ضميرية – سليمان مسلم الحرش الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الرابعة ، 1417 هـ – 1997 م عدد الأجزاء : 8 مصدر الكتاب : موقع مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف -

تورائهم [28]

اس طرح دارالکفر میں قیام امارت کے حکم پر خدا اور رسول دونوں کی مہر لگ گئی، پھر قرآن کریم نے اس واقعہ کو نقل کرکے اس امت کے لئے بھی اس کو قانونی حیثیت عطا کر دی ہے۔

حالت مغلوبی میں بیعت عقبہ

☆دارالکفر میں نصب امیر کی دوسری نظیر خود عہد نبوی میں بیعت عقبہ ہے، جس میں حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل قبیلۂ اوس و خزرج کے چند مسلمانوں سے سمع وطاعت کی بیعت لی تھی، یہ بیعت دو مرحلوں میں لی گئی تھی، پہلی بیعت کو بیعۃ عقبۂ اولیٰ کہتے ہیں، جس میں بارہ (۱۲) افراد شریک تھے، اور دوسری بیعت اس کے ایک سال کے بعد لی گئی جس کو بیعت عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے، اس میں اوس وخزرج کے تہتر (۷۳) مرد اور دو (۲) عورتیں شامل ہوئیں، بیعت عقبۂ ثانیہ (ذی الحجہ) ہجرت (ربیع الاول) سے چند ماہ پیشتر لی گئی، کتب سیر و حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں:

ولم يختلفوا أنهم اثنا عشر رجلا وهم الذين بايعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم في العقبة الأولى وكان بينها وبين العقبة الثانية عام أو نحوه وكانوا في بيعة العقبة الثانية ثلاثا وسبعين رجلا فيما ذكرابن إسحاق وامرأتين و كانت العقبة الثانية قبل الهجرة بأشهر يسيرة [29]

جب کہ اس وقت مسلمان انتہائی چھوٹی اقلیت میں تھے، عرب کے صرف چند قبائل نے اسلام قبول کیا تھا، اور وہ بھی یکجا نہیں تھے بلکہ مختلف آبادیوں میں پھیلے ہوئے تھے، مثلاً: یمن میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا خاندان اور طفیل بن عمر دوسیؓ کا پورا قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا، ازوشنوہ کا پورا قبیلہ حضرت ضماد بن ثعلبہؓ کے ہاتھ پر اور غفار کا نصف قبیلہ حضرت ابو ذر غفاریؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا تھا، اوران ہی کے اثر سے قبیلۂ

----حواشی--

[28] - إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ج ١ ص ٣٠٠ المؤلف : أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى : 982هـ)مصدر الكتاب : موقع التفاسير-

[29] -التمهيدلمافي الموطأمن المعاني والأسانيدج ٢٣ص ٢٧٥المؤلف:أبوعمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البربن عاصم النمري القرطبي (المتوفى:463هـ)المحقق:مصطفى بن أحمدالعلوى ومحمدعبدالكبيرالبكرى الناشر:مؤسسة القرطبه

اسلم بھی مسلمان ہو گیا تھا جو قبیلۂ غفار سے قربت رکھتا تھا، مہاجرین حبش کے واسطہ سے اسلام کی آواز غیر قوموں اور ملکوں تک پہونچ چکی تھی، مدینہ منورہ کے قبائل اوس وخزرج کے اکثر گھرانے بھی مسلمان ہو چکے تھے[30]۔

لیکن ہر جگہ ان کے لئے رکاوٹوں کا سامنا تھا، ریگستان عرب میں اطمینان کی سانس لینا ان کے لئے مشکل تھا، وہ کلیتاً مغلوبانہ اور محکومانہ زندگی گذار رہے تھے، خود قرآن کریم کا بیان ہے:

وَاذْكُرُواإِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاس[31]

ترجمہ: یاد کرو جب تم ملک میں تھوڑے تھے اور کمزور تھے اور ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو اچک نہ لیں۔

بلکہ ہجرت کے بعد بھی کافی عرصہ تک یہی صورت حال رہی، انتہائی خوف ودہشت کا ماحول تھا خود ذات رسالت مآب ﷺ بھی شب میں اطمینان کے ساتھ آرام نہیں فرماسکتے تھے، ہتھیار بند سپاہی حجرۂ شریفہ کے باہر تعینات کئے جاتے تھے، بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کا بیان نقل کیا گیا ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم سهرفلما قدم المدينة قال(ليت رجلامن أصحابي صالحا يحرسني الليلة[32]

نسائی شریف میں ہے:

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في أول ماقدم المدينةيسهر من الليل[33]

عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال:لماقدم رسول الله صلى الله عليه

----حواشی--

30 - ہندوستان اور مسئلۂ امارت مصنفہ حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی ص ۴۷،۴۶ ناشر جمعیۃ علماء ہند۔

31 -الانفال : ۲۶

32 - الجامع الصحيح المختصر ج۳ ص۱۰۵۷ حديث نمبر:۲۷۲۹ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987

33 - السنن الكبرى ج ۵ ص ۱۲۱ المؤلف:أبوعبد الرحمن أحمدبن شعيب بن علي الخراساني،النسائي(المتوفى : 303ھ)

وسلم وأصحابه المدينةوآوتهم الأنصاررمتهم العرب عن قوس واحدة كانوا لا يبيتون إلابالسلاح ولايصبحون إلافيه[34]

لیکن ان حالات میں بھی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی گذارنے کی تلقین فرمائی ،اوران سے سمع وطاعت کی بیعت لی، آپ نے ان کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ امارت کے معاملے میں کوئی اختلاف پیدا نہ کریں بلکہ اجتماعی وحدت کا ثبوت دیں:

عن عبادة بن الصامت قال:بايعنا رسول الله صلى الله عليه و سلم على السمع و الطاعة في المنشط والمكره وأن لاننازع الأمرأهله وأن نقوم أو نقول بالحق حيثماكنالانخاف في الله لومة لائم[35]۔

عہد نبوت میں دوسرے غیر مسلم علاقوں میں تقرر امیر

☆دوسرے غیر مسلم علاقوں میں بھی آپ ﷺ کے ارشادعالی کے مطابق امراء کا تقرر عمل میں آیا، مثلاً:مہاجرین حبش کے امیر حضرت جعفر طیارؓ مقرر کئے گئے،جب کہ حبشہ دار الکفر تھا،اوروہاں کا بادشاہ نصرانی تھا، سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

☆دارالکفرمیں تقرر امیر کی ایک نظیر خود عہد نبوت میں شام کی سرزمین پر(جو اس وقت تک اسلامی مفتوحات میں شامل نہیں ہوا تھا)غزوۂ موتہ کے موقعہ پر قوم کی طرف سے حضرت خالدبن الولیدؓ کا بحیثیت امیر تقرر ہے، جس پر نبی کریم ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ پیرایۂ مدح میں آپ نے امت کے سامنے یہ پوراواقعہ بیان فرمایا، صحیح بخاری میں ہے:

عن أنس رضي الله عنه:أن النبي صلى الله عليه و سلم نعى زيداو جعفرا وابن رواحة للناس قبل أن يأتيهم خبرهم فقال(أخذ الراية

----حواشی---

[34] - المستدرك على الصحيحين ج ۲ ص ۴۳۴ حدیث نمبر:۳۵۱۲المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1990تحقيق:مصطفى عبدالقادرعطا

[35] - الجامع الصحيح المختصر ج۶ ص۲۶۳۳حدیث نمبر:۶۷۷۴المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء :6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا۔

زيدفأصيب ثم أخذ جعفر فأصيب ثم أخذابن رواحة فأصيب).وعيناه تذرفان(حتى أخذ الرايةسيف من سيوف الله حتى فتح الله عليهم)[36]

نسائی شریف میں اس روایت کے ساتھ یہ استدلال بھی نقل کیا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کے انتخاب سے بھی امارت قائم ہو جاتی ہے:

عن أنس بن مالك : أن رسول الله صلى الله عليه و سلم بعث زيدا و جعفرا وعبد الله بن رواحة ودفع الراية إلى زيد فأصيبوا جميعا قال أنس فنعاهم رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى الناس قبل أن يجيء الخبر قال أخذالراية زيد فأصيب ثم أخذ جعفر فأصيب ثم أخذ عبد الله بن رواحة فأصيب ثم أخذ الراية بعد سيف من سيوف الله خالد بن الوليدقال فجعل يحدث الناس وعيناه تذرفان رواه البخاري في الصحيح عن سليمان بن حرب وأحمد بن واقد عن حماد وفيه دلالة على أن الناس إذا لم يكن عليهم أمير ولاخليفةأميرفقام بإمارتهم من هوصالح للأمارةوانقادوا له انعقدت ولايته حيث استحسن رسول الله صلى الله عليه وسلم مافعل خالدبن الوليدمن أخذه الرايةوتأمره عليهم دون أمرالنبي صلى الله عليه و سلم ودون استخلاف من مضى من أمراء النبي صلى الله عليه و سلم إياه والله أعلم[37]

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث سے یہی استدلال کیا ہے:

ثم أخذاللواءخالدبن الوليدولم يكن من الأمراء وهوأميرنفسه ثم قال رسول الله صلى الله عليه و سلم اللهم انه سيف من سيوفك فأنت

-----حواشی---

[36] - الجامع الصحيح المختصرج ۴ ص ۱۵۵۴ حدیث نمبر:۴۰۱۴ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا۔

[37] - سنن البيهقي الكبرى ج ۸ ص ۱۵۴ حدیث نمبر:۱۶۳۷۴ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز – مكة المكرمة ، 1414 – 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا

تنصره فمن يومئذ سمى سيف الله وفي حديث عبد الله بن جعفر ثم أخذهاسيف من سيوف الله خالدبن الوليد ففتح الله عليهم وتقدم حديث الباب في الجهاد من وجه آخر عن أيوب فأخذها خالد بن الوليد من غير إمرة والمراد نفي كونه كان منصوصا عليه وإلا فقد ثبت أنهم اتفقوا عليه[38]

دارالحرب یمامہ میں انتخاب امیر

☆زمانۂ نبوت کے ایک اورواقعہ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے جس کا تذکرہ ابن خلدون وغیرہ نے بہت تفصیل کے ساتھ کیاہے کہ "عہد رسالت کے آخری زمانہ میں جب یمامہ میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا،اور بہت سے لوگ اس کے متبع ہوگئے،تورسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ عامل شہید کردیئے گئے ،بہت سے مسلمان ڈر کر وہاں سے بھاگ نکلے،لیکن بہت سے لوگ ایمان کوچھپاکروہیں رہے،یمامہ دار الاسلام سے دار الحرب ہوگیا،یہاں تک کہ اذانیں بند ہوگئیں اور علی الاعلان کوئی شخص اللہ کانام لینے والانہ رہا،ایک دن انہی پوشیدہ مسلمانوں میں سے کسی نے رات میں مدعی نبوت کوقتل کردیا،اور صبح کووہاں موجود مسلمانوں نے حضرت معاذؓ کواپناامیر منتخب کیااور مرتدین سے مقابلہ کیا،اللہ پاک کی نصرت سے وہ کامیاب ہوئے اور یمامہ پھر دارالاسلام میں تبدیل ہوگیا،دربار رسالت میں اس بشارت کولے کر قاصد بھیجاگیا،مگر وہ ایسے وقت مدینہ منورہ پہونچاجب سرکاردوعالم ﷺ رفیق اعلیٰ کواختیار فرماچکے تھے،اور حضرت صدیق اکبرؓ مسند خلافت پر متمکن تھے،کسی صحابی سے اس واقعہ پر کوئی نکیر منقول نہیں ہے،یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ دارالحرب میں امیر کاانتخاب اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے[39]۔

فقہی تصریحات

علاوہ کتب فقہ میں یہ تصریحات موجودہیں کہ مسلمانوں کے لئے بے امیر رہناکسی مقام پر درست

-----حواشی---

[38] - فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٧ص ٥١٣ المؤلف : أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي الناشر:دار المعرفة–بيروت،1379 تحقيق:أحمد بن علي بن حجرأبو الفضل العسقلاني الشافعي

[39] -ہندوستان اور مسئلۂ امارت مصنفہ مولاناعبدالصمد رحمانی ص ٥٠۔

نہیں، خواہ وہ دارالاسلام ہو یا دارالحرب، امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

لا يجوز ترك المسلمين سدى ليس عليهم من يدبرأمورهم في دار الإسلام ولافي دارالحرب[40]

یہی بات مبسوط میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

ففي القول بما قالوا يؤدي إلى أن يكون الناس سدى لا والي لهم[41]

جن علاقوں پر کفار کا غلبہ ہو جائے، اور وہاں کوئی مسلم حاکم موجود نہ ہو تو وہاں کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اتفاق باہم سے اپنا مسلم امیر منتخب کریں، تاکہ جمعہ وعیدین اور قضا کا نظام متأثر نہ ہو، امیر کوئی قاضی مقرر کرے یا خود کار قضا سنبھالے، یعنی اس حالت میں بھی اجتماعیت کے تحفظ کے لئے نصب امیر کا حکم مرتفع نہیں ہوتا، البتہ فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ جب تک یہ صورت ممکن نہ ہو ان پر لازم ہے کہ باہمی مشورہ سے جمعہ وعیدین کا نظام قائم کریں، اور قاضی کا تعین کریں، تاکہ بہت سے عائلی اور اجتماعی مسائل جن میں قضائے قاضی کی ضرورت ہوتی ہے، کے حل میں دشواری پیدا نہ ہو، فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اتفاق سے جو قاضی مقرر ہوتا ہے شرعاً اس کا بھی اعتبار ہے اور وہ شرعی قاضی قرار پاتا ہے:

امام سرخسیؒ نے امام کی عدم موجودگی میں قوم کی طرف سے نصب امام کا اعتبار کیا ہے، اور اس کی نظیر حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی (حالت محاصرہ) میں حضرت علیؓ کی امامت جمعہ ہے:

لَوْمَاتَ مَنْ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ بِالنَّاسِ فَاجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ فَصَلَّى بِهِمْ الْجُمُعَةَ هَلْ يُجْزِئُهُمْ ؟ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُجْزِئُهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَوْمَاتَ عَامِلُ إفْرِيقِيَّةَ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ فَصَلَّى بِهِمْ الْجُمُعَةَ أَجْزَأَهُمْ لِأَنَّ عُثْمَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَمَّا حُصِرَ اجْتَمَعَ

----حواشی--

[40] - شرح السير الكبيرج ٢ص٢٢٧

[41] -المبسوط للسرخسي ج ٩ص ١٣٨تأليف:شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي دراسة وتحقيق:خليل محي الدين الميس الناشر:دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان الطبعة الأولى، 1421هـ 2000م.

النَّاسُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى بِهِمْ الْجُمُعَةَ وَلِأَنَّ الْخَلِيفَةَ إنَّمَا يَأْمُرُ بِذَلِكَ نَظَرًامِنْهُ لَهُمْ فَإِذَانَظَرُوالِأَنْفُسِهِمْ وَاتَّفَقُوا عَلَيْهِ كَانَ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ أَمْرِالْخَلِيفَةِ إيَّاهُ[42]

علامہ ابن ہمامؒ رقمطراز ہیں:

وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة في بلاد المغرب الآن وبلنسية و بلاد الحبشة وأقرواالمسلمين عندهم على مال يؤخذمنهم يجب عليهم أن يتفقواعلى واحدمنهم يجعلونه واليافيولى قاضياأويكون هوالذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا لهم إماما يصلي بهم الجمعة[43]

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا فِي بِلَادٍ عليها وُلَاةُ الكفارة(الكفار) فَيَجُوزُ لِلْمُسْلِمِينَ إقَامَةُالْجُمَعِ وَالْأَعْيَادِوَيَصِيرُالْقَاضِي قَاضِيًا بِتَرَاضِي الْمُسْلِمِينَ وَيَجِبُ عليهم طَلَبُ وَالٍ مُسْلِمٍ ا هـ[44]

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وأمابلادعليهاولاة كفارفيجوزللمسلمين إقامة الجمع والأعيادو يصير القاضي قاضيابتراضي المسلمين فيجب عليهم أن يلتمسواواليا مسلما منهم اهـ وعزاه مسكين في شرحه إلى الأصل ونحوه في جامع الفصولين مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار وفي الفتح و

-----حواشی---

[42] - المبسوط للسرخسي ج ٢ ص ٦٢تأليف:شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي دراسة وتحقيق:خليل محي الدين الميس الناشر:دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان الطبعة الأولى، 1421هـ 2000م-

[43] -شرح فتح القديرج ٧ص ٢٦٤كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي سنة الولادة / سنة الوفاة 681هـ الناشر دار الفكر مكان النشر بيروت -

[44] -البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ٦ ص ٢٩٨ زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/ سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت-

إذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كماهو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفاركقرطبة الآن يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولي قاضيا ويكون هو الذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا إماما يصلي بهم الجمعة ا ه وهذا هو الذي تطمئن النفس إليه تأمل ثم إن الظاهرأن البلادالتي ليست تحت حكم سلطان بل لهم أمير منهم مستقل بالحكم عليهم بالتغلب أو باتفاقهم عليه يكون ذلك الأميرفي حكم السلطان فيصح منه تولية القاضي عليهم[45]

حاشیۂ مراقی الفلاح میں ہے:

وفي مفتاح السعادةعن مجمع الفتاوي غلب على المسلمين ولاة الكفار يجوز للمسلمين إقامة الجمع و الأعياد و يصيرالقاضي قاضيابتراضي المسلمين ويجب عليهم أن يلتمسواواليا مسلماه ولو مات الخليفة وله ولاة على أمورالعامة كان لهم أن يقيمواالجمعة لأنهم أقيمواالأمور المسلمين فكانوا على حالهم ما لم يعزلواحلبي[46]

قوت قاہرہ کے بغیر بھی امارت قائم ہوسکتی ہے

ظاہر ہے کہ غیر مسلم اقتدار میں رہنے والے مسلمانوں کی طرف سے جو امیر مقرر ہو گا اسے قوت قاہرہ حاصل نہ ہو گی،یعنی وہ طاقت کے بل پر کوئی حکم نافذ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ سیاسی اور فوجی اقتدار سے محروم ہے،اس کے باوجود علماء اور فقہاء کا قیام امارت پر اصرار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امارت کے بھی درجات ہیں،اور اجتماعیت کے تحفظ اور ملی وعائلی مسائل کے حل کے لئے ہمیشہ امارت کاملہ

----حواشی---

45 -حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج ٥ ص ٣٦٩ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ – 2000م.مكان النشر بيروت.عدد الأجزاء 8

46 -حاشية على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ج ١ ص ٣٢٨ أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحاوي الحنفي سنة الولادة / سنة الوفاة 1231هـ الناشر المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق سنة النشر 1318هـ مكان النشر مصر-

ہی ضروری نہیں ہے بلکہ بعض حالات میں اس کی جگہ پر امارت ممکنہ بھی کافی ہوتی ہے، یہ بات مذکورہ بالا واقعات وروایات اور فقہی تصریحات کے تناظر میں نکھر کر سامنے آتی ہے، بعض علماء نے بڑی صراحت کے ساتھ بھی یہ بات لکھی ہے مثلاً:

علامہ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:

الفصل الثامن :[وجوب اتخاذ الإمارة]یجب أن یعرف أن ولایة الناس من أعظم واجبات الدین بل لاقیام للدین إلابها،فإن بني آدم لا تتم مصلحتهم إلا بالاجتماع لحاجة بعضهم إلی بعض، ولا بد لهم عند الاجتماع من رأس،حتی قال النبي صلی الله علیه وسلم:"إذاخرج ثلاثةفي سفرفلیؤمرواأحدهم رواه أبو داود،من حدیث أبي سعید وأبي هریرة.[2608، أحمد 176/2]وروی الإمام أحمدفي المسند عن عبد الله بن عمرو،أن النبي قال: "لا یحل لثلاثةیکونون بفلاة من الأرض إلاأمرواعلیهم أحدهم"[أحمد:177/2]. فأوجب صلی الله علیه وسلم تأمیر الواحد في الاجتماع القلیل العارض في السفر، تنبیها علی سائر أنواع الاجتماع-------------- فالواجب علی المسلم أن یجتهد في ذلك بحسب وسعه، فمن ولي ولایة یقصد بها طاعة الله،وإقامة ما یمکنه من دینه، ومصالح المسلمین، وأقام فیها ما یمکنه من ترك المحرمات، لم یؤاخذ بمایعجز عنه، فإن تولیة الأبرار خیر للأمة من تولیة الفجار.ومن کان عاجزا عن إقامة الدین بالسلطان والجهاد، ففعل مایقدرعلیه،من النصیحة بقلبه، والدعاء للأمة،ومحبة الخیر،وفعل مایقدرعلیه من الخیر،لم یکلف مایعجزعنه،فإن قوام الدین الکتاب الهادي[47]

حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے اس نظریہ کی تائید میں مختلف مسالک و ادوار کے اکابر علماء

----حواشی---

[47] -السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ لابن تیمیۃؒ،القسم الثانی الحدودوالحقوق ص ج 4 ص 21- 26 الناشردارابن حزم 1424ھ م 2003ء-

ومفتیان کے فتاویٰ بھی نقل فرمائے ہیں تفصیل کے لئے ان کی کتاب "ہندوستان اور مسئلۂ امارت "کی طرف رجوع کیا جائے[48]۔

البتہ خاص ہندوستانی تناظر میں انگریزی تسلط کے بعد نصب امیر اور نظام قضا کے قیام کا پہلا فتوی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے دیا، ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ جاری کیا[49]، اور اپنے فتاویٰ میں اس بات پر زور دیا کہ مسلمان خود اپنا امیر منتخب کریں، جس کی ماتحتی میں وہ تمام ملی اور اجتماعی امور انجام دیئے جائیں جو امیر و قاضی کے بغیر روبہ عمل نہیں آسکتے ہیں:

"اقامت جمعہ در دارالحرب اگر از طرف کفار والی مسلمان در مکانے منصوب باشد باذن او درست است ، والا مسلماناں را باید کہ یک کس را کہ امین و متدین باشد رئیس قرار دہند کہ باجازت و حضور او اقامت جمعہ و اعیاد و انکاح من لا ولی من الصغار ، وحفظ مال غائب، و ایتام و قسمت ترکات متنازع فیہا علیٰ حسب السہام می نمودہ باشد، بے آنکہ در امور ملکی تصرف کند و مداخلت نماید[50]۔

-----حواشی---

48 - ملاحظہ فرمائیں ص ۶۳ تا ۷۳۔

49 - حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے دارالحرب کی تعریف اور شرائط نقل کرنے بعد ہندوستان کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست، وحکم روسائے نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ۔۔۔ اگر بعض احکام اسلام را مثل جمعہ و عیدین و ذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشد لیکن اصل الاصول ایں چیزہا نزد ایشاں ھباءً وہدر است، زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم می نمائند۔۔ ازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاریٰ ممتد است (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۶، ۱۷، فارسی ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی، سن طباعت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء)

ترجمہ: اس شہر میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں ہے، اور نصرانی حکمرانوں کے احکام بے دغدغہ جاری ہیں، اگر بعض اسلامی احکام مثلاً جمعہ وعیدین اور ذبح بقر سے یہ لوگ تعرض نہیں کرتے ہیں تو نہ کریں، لیکن اصلاً ان کے نزدیک ان چیزوں کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، اس لئے کہ جب چاہتے ہیں مسجدوں کو بے تکلف شہید کر دیتے ہیں، دہلی سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل اسی طرح جاری ہے۔

50 - مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۳۲، ۳۳ فارسی ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی، سن طباعت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء۔

ترجمہ: اگر دارالحرب میں کفار کی طرف سے کسی مقام پر مسلمان والی مقرر ہو تو اس کی اجازت سے جمعہ قائم کرنا درست ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی معتبر اور دیندار شخص کو اپنا امیر منتخب کر لیں، اور اس کے حکم سے جن نابالغوں کا کوئی ولی نہ ہو ان کا نکاح کریں اور غائب و یتیم کے اموال کی حفاظت کی جائے، اور حصۂ شرعی کے مطابق ان ترکات کی تقسیم کی جائے جن میں نزاع ہو، البتہ یہ امیر ملکی معاملات میں مداخلت سے گریز کرے۔

ملکی معاملات میں مداخلت سے گریز کی تلقین بطور مصلحت کے ہے اس لئے کہ اس دور میں انگریزی استبداد کے بالمقابل یہ ایک پر خطر چیز تھی، لیکن اگر جمہوری حکومتوں میں اظہار رائے کی آزادی میسر ہو اور امیر کی مداخلت سے مسلمانوں کا نفع متوقع ہو تو ملکی اور سیاسی معاملات میں مداخلت میں کچھ حرج نہیں[51]۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے بھی اسی مضمون کا فتویٰ جاری کیا تھا[52]۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے اضطراری حالات میں امارت شرعیہ کی فکر کوئی بدعت یا ایجاد بندہ نہیں تھی بلکہ یہ شریعت اسلامیہ کی فقہ الاقلیات کا ایک حصہ ہے، جس سے امت مسلمہ نے ہمیشہ ایسے وقت میں استفادہ کیا ہے جب وہ سیاسی اعتبار سے ادبار و تنزل کی شکار ہوئی، اور یہ تنہا ہندوستان کا قصہ نہیں بلکہ تاریخ اسلامی میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں:

اسلامی تاریخ میں مغلوبانہ امارت کے نظائر

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے خطبۂ صدارت اجلاس ہفتم جمعیۃ علماء ہند کلکتہ میں کتب تاریخ سے

----حواشی---

51 - مولانا عبدالصمد رحمانی صاحبؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی اس قید کی یہی تاویل کی ہے (ہندوستان اور مسئلۂ امارت ص ۷۰، ۶۹ حاشیۂ کتاب)

52 - مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ کتاب القضاء ج ۲ ص ۱۶۱۔

ایسی کئی مثالیں پیش کی ہیں، مثلاً:

☆سلیمان تاجر نے اپنے تیسری صدی ہجری کے سفر نامہ میں غیر اسلامی ملک چین کے شہر "خانفو" کا حال لکھا ہے جہاں مسلمان تاجروں (جو زیادہ تر عراق سے آئے تھے) کی نو آبادی تھی، وہاں شاہ چین نے ان کی عید اور جمعہ نیز فصل احکام کے لئے انہی میں سے ایک شخص کو امیر اور فیصل مقرر کر دیا تھا، مسلمان تاجر اس کے حکم سے سر تابی نہیں کر سکتا تھا:

"ان بخانفوو ھومجمع التجار رجلاًمسلماًیولیہ صاحب الصین الحکم بین المسلمین الذین یقصدون الیٰ تلک الناحیۃ یتوخی ملک الصین ذلک واذاکان فی العیدصلی بالمسلمین وخطب ودعا لسلطان المسلمین و ان التجارالعراقیین لاینکرون من ولایتہ شیئا فی احکام وبما فی کتاب اللہ عزوجل واحکام الاسلام [53]

ترجمہ: شہر خانفو (چین) میں مسلمان تاجروں کا ایک مرکز ہے، ایک مسلمان ہے جس کو شاہ چین ان مسلمانوں کے درمیان فصل احکام کے لئے مقرر کرتا ہے، جو اس ملک میں جاتے ہیں، شاہ چین اس چیز کو پسند کرتا ہے اور عید جب آتی ہے تو والی مسلمانوں کی نماز کی امامت کرتا ہے، اور خطبہ پڑھتا ہے، اور بادشاہ اسلام کے لئے دعا کرتا ہے، اور عراقی تاجر مسلم والی کی ولایت کے کسی حکم اور عمل بالحق کا انکار نہیں کرتے اور نہ ان حکموں سے سر تابی کرتے ہیں جو اس والی نے کتاب الٰہی اور احکام اسلام کے موافق جاری کیا ہو"

قدیم فارسی میں والی و قاضی کے لئے ہنر مند (یا ہنر من) کی اصطلاح

☆عراقیوں کی فارسی زبان میں والی اور قاضی کو ہنر مند کہا جاتا تھا جو عام استعمال میں ہنر من بولا جاتا تھا، خود ہندوستان کے مختلف ساحلی شہروں میں جہاں جہاں مسلمان آبادیاں تھیں، غیر اسلامی سلطنتوں

----حواشی---

53 -ص ۱۴ مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء بحوالہ خطبۂ صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ اجلاس کلکتہ ص ۵۸۔

میں اسلامی تنظیم و قضا کے ذمہ دار افراد کو ہنر مند کہا جاتا تھا۔

☆چوتھی صدی ہجری کے جہازراں بزرگ ابن شہریار نے اپنے سفر نامہ "عجائب الہند" میں صیمور (مدراس کے قریب) میں عباس بن ہامان سیرافی ہنر مند کا ذکر کیا ہے:

انہ کان بصیمور رجل من اھل سیراف یقال لہ العباس ابن ھامان و کان ھنر من للمسلمین بصیمور ذووجہ البلد و المنضوی الیہ من المسلمین(ص۴۲)

ترجمہ: صیمور میں سیراف کا ایک شخص تھا، جس کو عباس بن ہامان کہا جاتا تھا، اور جو وہاں کے مسلمانوں کا ہنر مند تھا، اور شہر کا ذی وجاہت شخص اور وہاں کے پناہ گزیں مسلمانوں کا مرکز تھا۔

☆اسی مقام پر ۳۰۴ھ میں مشہور سیاح مسعودی بھی پہونچا تھا، اس نے اس دور کی صورت حال بیان کرتے ہوئے تحریر کیا:

علی الھنرمنۃ یومئذابوسعیدمعروف ابن زکریاو الھنرمنۃ یرادبہ رئیس المسلمین وذلک ان الملک یملک علی المسلمین رجلاًمن رؤسائھم تکون احکامھم مصروفۃ الیہ[54]

☆چھٹی صدی ہجری میں جب کافر تاتاریوں نے ایران و خراسان و ترکستان پر قبضہ کر لیا، تو وہاں کے علماء وقت نے اپنے لئے مسلم والی کا مطالبہ پیش کیا تھا، جو ہماری کتب فتاویٰ کا ایک باب ہے۔

☆خود ہندوستان میں سلاطین کے عہد میں صدر جہاں کے نام سے اس قسم کا عہدہ قائم تھا، جس کے ماتحت تمام قضاۃ و محتسب ائمہ ہوتے تھے، تاتاری کافروں کے استیلاء کے زمانہ میں اس عہد کے علماء نے اسی بنا پر مسلمان والی کے پہلو پر زور دیا تھا۔

☆بولشویک روس کے مسلمان قازان کی مجلس دینیہ اسلامیہ کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔

☆فلپائن، اسٹریا، ہنگری، بلگیریا، ازیکوسلیویا، اور یونان میں مسلمان بے حد اقلیت میں ہیں، تاہم

----حواشی---

54 -مروج الذہب ج۲ ص۶۶ یورپ۔

ان کے تمام قومی و مذہبی صیغے مفتی اعظم کے ماتحت منظم اور با قاعدہ ہیں۔

☆ دسمبر (۱۹۲۶ء) کے اخیر ہفتہ کی رپورٹ ہے کہ پولینڈ کے تمام مسلمانوں نے جمع ہو کر ترپن (۵۳) ارکان کی ایک مجلس ترتیب دی ہے، اور اس میں چند کارکن منتخب کئے گئے ہیں، اور ایک صدر کا انتخاب کیا گیا ہے، تاکہ وہ اس وحدت تنظیمی کے سایہ میں اپنی اسلامی زندگی کو قائم رکھ سکیں[55]۔

☆ مولانا مسعود عالم ندویؒ لکھتے ہیں:

"فلسطین میں "مسلم سپریم کونسل" (المجلس الاسلامی الاعلیٰ) اسی قسم کی دوسری شکل تھی، چند صدی پہلے صقلیہ میں اور آج کل یوگوسلاویہ میں اس قسم کے اسلامی نظام کے اداروں کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے"[56]

مذکورہ مثالیں یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں کہ کسی غیر اسلامی ملک میں امارت شرعیہ کا تصور کا کوئی نیا نہیں ہے کہ اس کو بدعت سئیہ قرار دے کر مسترد کر دیا جائے۔

شریعت میں قیام امارت کے لئے قوت قاہرہ شرط نہیں ہے

نیز ان فقہی و تاریخی نظائر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر اسلامی ملک میں جو امارت شرعی یا ولایت دینی قائم ہوتی ہے اس میں قوت قاہرہ شرط نہیں ہے، اس لئے کہ مقہوریت کے ساتھ قاہریت جمع نہیں ہو سکتی، جب مسلمان غیر اسلامی اقتدار میں خود محکوم و مغلوب ہیں تو ان سے غالبیت کا مطالبہ کرنا ایک بے معنیٰ سی بات ہے، اسلام کا مقصد اس امارت سے جبر و قہر نہیں بلکہ مسلمانوں کی تنظیم ہے، یعنی مسلمان جہاں بھی رہیں اجتماعیت کے ساتھ مربوط رہیں اور یہ تنظیمیت مسلم اقتدار میں قوت و قہر سے حاصل ہوتی ہے جبکہ غیر اسلامی نظام میں دینی اور اخلاقی بنیادوں پر، اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور اس کے اصول و نظریات بھی آفاقی ہیں، روئے زمین کے ہر حصہ میں یہ قابل عمل ہیں، البتہ جہاں جو صورت ممکن ہو گی اس کو اختیار کرنا لازم ہو گا، امارت و ولایت کا اصل مقصود تنظیم ہے، اگر قوت و قہر میسر نہ ہو تو اس کے انتظار میں

----حواشی--

55 ۔خطبۂ صدارت اجلاس ہفتم جمعیۃ علماء ہند کلکتہ ص ۵۲ تا ۵۸ علامہ سید سلیمان ندویؒ۔

56 ۔محاسن سجاد ص ۹۶۔

گوہر مقصود ضائع نہیں کیاجائے گا،بلکہ وحدت واجتماعیت کے لئے دوسری ضروری بنیادیں تلاش کی جائیں گی۔

اہلیت امارت کے لئے مطلوبہ معیار

اس باب میں قرآن وحدیث کے مطالعہ سے اسلام کامزاج یہ معلوم ہوتاہے کہ ولایت کے لئے اصل معیار قوت وامانت ہے،جیساکہ آیات ذیل سے مستفاد ہوتاہے:

☆إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ[57]۔

☆إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ[58]

☆إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ، ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ، مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ[59]

قوت سے مراد قوت فیصلہ،انسان کے پاس علم اور قوت ارادی دونوں موجود ہوں تو قوت فیصلہ بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

اورامانت سے مراد خوف خداوندی اوراحساس ذمہ داری ہے۔

یہ دونوں باتیں کسی شخص میں موجود ہوں تواس کوامارت کااہل قرار دیاجاسکتاہے،علامہ ابن تیمیہؒ نے انہی آیات کریمہ کے تناظر میں ولایت کے لئے مذکورہ بالادونوں چیزوں کورکن قرار دیاہے،اوران کی یہی تشریح کی ہے جواوپر ذکر کی گئی:

فإن الولايةلهاركنان:القوة والأمانة.----والقوة في كل ولاية بحسبها، ----والقوةفي الحكم بين الناس،ترجع إلى العلم بالعدل الذي دل عليه الكتاب والسنة،وإلى القدرة على تنفيذالأحكام----والأمانة ترجع إلى خشية الله،---- اجتماع القوةوالأمانةفي الناس قليل[60]

----حواشی--

[57]۔ القصص:26۔

[58] -یوسف:54

[59] -التکویر:19-21

مشہور حنفی فقیہ علامہ ابو الشکور السالمیؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ اگر امام کے پاس قہر و غلبہ باقی نہ رہے تو اس کی امامت ساقط نہیں ہوتی، اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ کو بھی قہر و غلبہ حاصل نہیں تھا، اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ بھی آخری دور میں مغلوب ہوگئے تھے لیکن ان کی امامت زائل نہیں ہوئی تھی، نیز حضرت علیؓ کو بھی تمام مسلمانوں پر قوت و غلبہ حاصل نہیں تھا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوت و غلبہ ولایت کے لئے لازمہ ذات نہیں ہے:

قال بعض الناس بان الامام اذالم یکن مطاعاًفانہ لایکون اماماًلانہ اذالم یکن لہ القہروالغلبۃ لایکون اماماًلیس کذلک لان طاعۃالامام فرض علی الناس فلولم یطیعواالامام فالعصیان حصل منہم و عصیانہم لایضر بالامامۃ ثم ان لم یکن القہرفذلک یکون من تمردالناس وتمردہم لایعزلہ عن الامامۃالاتری ان النبی ﷺ ماکان مطاعاً فی اول الاسلام و کان لایمکنہ القہرعلیٰ اعدائہ من طریق العادۃ و الکفرۃ قدتمردواعن امدادہ ونصرۃ دینہ وقدکان ھذا لایضر و لا یعزلہ عن النبوۃ وکذلک الامامۃ لان الامام خلیفۃ النبی لا محالۃ و کذلک علیؓ ماکان مطاعاً من جمیع المسلمین و مع ذلک ماصارمعزولاً[61]

حدیث میں امام ضعیف سے مراد

بعض لوگوں کو اس روایت سے اشتباہ ہوا جو بعض کتب حدیث میں آئی ہے کہ:

الإمام الضعيف ملعون(الطبرانى عن ابن عمر)أخرجه الطبرانى كما فى مجمع الزوائد(209/5)،وقال الهيثمى:سقط من إسناده رجل بين عبد الكريم بن الحارث وبين ابن عمر،وفيه جماعة لم أعرفهم .و أخرجه أيضًا:

---

60 - السياسة الشرعية في إصلاح الراعي والرعية ج ٣ ص ٧،٨ تأليف:أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني الناشر:دار ابن حزم 1424هـ-2003م

61 - تمہید ابی الشکور السالمی ص ۱۸۶ بحوالہ ہندوستان اور مسئلۂ امارت مرتبہ: مولانا عبد الصمد رحمانی ص ۱۰۶،۱۰۵۔

الدیلمی (121/1،رقم 410)[62]

یعنی کمزور امام ملعون ہے۔

☆لیکن اولاً یہ روایت محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے،

☆ثانیاً یہاں امام ضعیف سے قوت وغلبہ سے محروم امام نہیں، بلکہ صلاحیت تنفیذ سے محروم شخص مراد ہے، امام سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اس کی یہی تشریح کی ہے:

الإمام الضعيف ملعون[هو الضعيف عن إقامة الأحكام الشرعية، فعليه التخلي (عن الإمامة][63]

نیز امام شعرانیؒ نے بھی "کشف الغمۃ" میں یہی مطلب بیان کیا ہے:

قال ابن عباس ؓكان رسول الله ﷺيقول"الامام الضعيف ملعون وهوالذى يضعف من تنفيذالامور الشرعيةواقامتها[64]

قوت تنفیذ کا مطلب

تنفیذ کا مفہوم صحیح شرعی بنیادوں پر کیا گیا فیصلہ ہے، جس میں قطعیت کے ساتھ حکم صادر کیا گیا ہو، ضروری نہیں کہ طاقت کے زور پر اس کو جاری بھی کیا جائے، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

مطلب في التنفيذوأماالتنفيذفالأصل فيه أن يكون حكما إذ القضاءقوله أنفذت عليك القضاءقالواوإذارفع إليه قضاءقاض أمضاه بشروطه وهذا

----حواشی--

[62] - جمع الجوامع أوالجامع الكبيرللسيوطي ج ١ ص٢٠٨ حديث نمبر:١١٤المصدر : موقع ملتقى أهل الحديث ☆ مسند الفردوس **للديلمى**ج١ ص ٢٨ حديث نمبر٤١٠ ☆كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ٦ص٢٢حديث نمبر: ١٤٦٦٥المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقاالطبعة : الطبعة الخامسة ،1401هـ/1981م مصدر الكتاب:موقع مكتبة المدينة الرقمية-

[63] - الجامع الصغير من حديث البشير النذيرالمؤلف : الإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر بن محمد بن سابق الدين السيوطي ج ١ ص ٢٧٤ حديث نمبر :٣٠٧٨ -

[64] -كشف الغمة للشعرانیؒ ج ٢ ص ١١٧۔

هوالتنفيذالشرعي ومعنى رفع اليدحصلت عنده فيه خصومة شرعية[65]
والمراد من النفاذ الصحة ومن عدمہ عدمهاالاالصحةمع التوقف[66]

عقود الدریۃ میں ہے:
التنفيذاحكام الحكم الصادرمن الحاكم وتقريره علىٰ موجب ما حكم بہ وبہ يكون الحكم متفقاعليہ[67]

☆ نیز تمام کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے پر قادر نہ تھے، اور نہ اپنا فرمان تمام مسلمانوں پر بزور نافذ کر سکتے تھے، کئی اہم لوگوں نے علانیہ آپ سے بیعت نہیں کی تھی، اس کے باوجود آپ خلیفہ راشد تھے، بلکہ انہی کمزور حالات میں آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے، علامہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں:

فالخلافة التامة التي أجمع عليها المسلمون وقوتل بها الكافرون و ظهر بهاالدين كانت خلافةأبي بكروعمروعثمان وخلافةعلي اختلف فيها أهل القبلة ولم يكن فيها زيادة قوة للمسلمين ولا قهر ونقص للكاقرين ولكن هذالايقدح في أن علياكان خليفة راشدامهدياولكن لم يتمكن كماتمكن غيره ولا أطاعته الأمة كما أطاعت غيره فلم يحصل في زمنه من الخلافةالتامةالعامةما حصل في زمن الثلاثة مع أنه من الخلفاء الراشدين المهديين[68]

وأما علي فمن حين تولى تخلف عن بيعته قريب من نصف المسلمين من

----حواشی--

[65] - حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج ٥ ص ٣٥٣ ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ – 2000م.مكان النشر بيروت.عدد الأجزاء 8 -

[66] -شرح الاشباه ج ١ ص ١٤٣۔

[67] -عقودالدرية ج ١ ص ٣٠٣ بحوالہ ہندوستان اور مسئلۂ امارت مرتبہ: مولانا عبدالصمد رحمانیؒ ص ١١٠۔

[68] -منهاج السنةالنبوية ج٦ ص٢٧ تأليف:أحمد بن عبد الحليم بن تيميةالحراني728هـ دراسة وتحقيق: محمد رشاد سالم الناشر:جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض، المملكة العربية السعودية الأولى، 1406هـ/1986م -

السابقين الأولين من المهاجرين والأنصاروغيرهم ممن قعد عنه فلم يقاتل معه ولا قاتله مثل أسامة بن زيد وابن عمر ومحمد بن مسلمة ومنهم من قاتله ثم كثيرمن الذين بايعوه رجعواعنه منهم من كفره واستحل دمه ومنهم من ذهب إلى معاوية كعقيل أخيةوأمثاله[69]

توجب امامت عظمیٰ میں اس کی گنجائش ہے تو امارت شرعیہ میں کیا کلام ہو سکتا ہے،

☆حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"خلیفہ عبد المجید تو بالکل مقہوریت کی حالت میں خلیفہ بنائے گئے، اور خلیفۂ سابق نے ان کو قائم مقام بھی نہیں بنایا، پھر بھی سب لوگوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کیا، علماء اسلام کی رائے تو یہ ہے کہ عدم سے وجود بہر حال بہتر ہے، اور سقوط وجوب کے لئے کافی ہے، جیسا کہ علامہ تفتازانیؒ کے کلام سے سمجھا جاتا ہے، کہ خلیفۂ غیر مطاع کا وجود سقوط وجوب کے لئے کافی ہے"[70]۔

مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ:

"پس مسلمانوں کا والی دار الاسلام میں ہو یا دار الکفر میں استطاعت سے باہر کہیں بھی اس کی ولایت کے لئے مادی طاقت شرط اور لازم نہیں قرار دی جاسکتی ہے بلکہ ہر جگہ استطاعت سامنے ہوگی، اور وہی مناط کار ہوگی"[71]

امارت شرعیہ کے لئے بیعت کی ضرورت

بعض حضرات کو ایک شبہ یہ ہوا کہ اگر یہ امامت کبریٰ نہیں ہے بلکہ محض ولایت و گورنری یا قضا

----حواشی---

[69] - منهاج السنة النبوية ج ۴ ص ۵۳۴ تأليف: أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني 728ه دراسة وتحقيق: محمد رشاد سالم الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض، المملكة العربية السعودية الأولى، 1406ه/1986م۔

[70] - امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت – شبہات وجوابات، ص ۷۳ مصنفہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ۔ ناشر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۱۴۱۹ھ۔

[71] - ہندوستان اور مسئلۂ امارت مرتبہ: مولانا عبد الصمد رحمانی ص ۱۲۸۔

کے ہم پلہ ہے تو پھر اس کے لئے بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ بیعت تو امامت کبریٰ کے لئے لی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے بیعت دراصل معاہدہ کا نام ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

والمبايعة عبارة عن المعاهدة[72]

اور معاہدہ کے بغیر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، خلیفہ اور امام المسلمین سے قوم بیعت کرتی ہے تو امام شریعت پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے اور قوم اس کی اطاعت کا، اور اسی معاہدہ کے نتیجہ میں امیر شرعی احکام کا پابند ہوتا ہے اور قوم پر اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے، اگر یہ معاہدہ وجود میں نہ آئے تو لزوم بھی پیدا نہیں ہو سکتا، تو جس صورت میں مملکت میں امیر المؤمنین موجود ہو اور والی و قاضی کا تقرر اس کی جانب سے ہو تو ظاہر ہے کہ والی و قاضی سے جداگانہ بیعت کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ جملہ معروفات کے لئے امیر المؤمنین سے پہلے بیعت ہو چکی ہے اس لئے اس کے جملہ تقررات کی تعمیل واطاعت بھی واجب ہو گی، لیکن جہاں امیر المؤمنین موجود نہ ہو، وہاں قاضی ووالی کی اطاعت کے لئے مستقل معاہدہ وبیعت کی ضرورت ہے، اس لئے کہ بیعت پہلے سے موجود نہیں ہے، اور یہی وہ صورت ہے جس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ تراضی مسلمین (جس کا اظہار بیعت سے ہو گا) سے قاضی ووالی کا تقرر درست ہے، اس مضمون کی کئی عبارتیں پہلے بھی آ چکی ہے، ایک عبارت شرح مواقف سے یہاں پیش کی جاتی ہے، جو اسلامی عقائد کے موضوع پر مستند کتاب ہے۔

علماء متقدمین میں قاضی عبد الرحمن بن احمد الایجیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المواقف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"لانسلم عدم انعقادالقضاءبالبيعة للخلاف فيه،وان سلم فذلک عند وجود الامام لامكان الرجوع اليه فى هذاالمهم واما عند عدمه فلا بد من القول بانعقاده بالبيعة تحصيلاً للمصالح المنوطة به ودرءاً للمفاسد المتوقعة دونه اى دون القضاء[73]۔

----حواشی---

[72] - فتح الباري بشرح صحيح البخاري ج ١ ص ٢٨ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)

اس طرح کی تصریحات فقہاء حنابلہ اور شافعیہ کے یہاں بھی موجود ہیں[74]۔

فقہاء حنفیہ میں علامہ ابن ہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

یجب علیہم ان یتفقوا علیٰ واحدمنہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیاًاویکون ھوالذی یقضی بینھم[75]

اسی حقیقت کو ہندستان میں فکر امارت کے سب سے بڑے علمبردار حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے اس طرح بیان فرمایا:

"ظاہر ہے کہ ازخود کوئی قاضی بن بیٹھے اس سے کوئی قاضی نہیں ہوسکتا، اور سلطان اوروالی سے تقرر ہوا نہیں، پھر سوااس کے کوئی صورت ہی نہیں کہ مقامی ارباب حل وعقد کسی شخص کو باتفاق رائے یابکثرت آراء قاضی بنالیں اوراس کے قضایاکے تسلیم کاعہد کرلیں اوریہی بیعت ہے اوراس صورت میں لزوم بیعت ظاہر ہے، کیونکہ شرعاًثبوت ولایت کی تین ہی صورتیں ہیں(اول) تسلط، جس کو شریعت مجبوراً جائز کہتی ہے، (دوم) تقرر از جانب والی اعظم (سوم) بیعت ارباب حل وعقد، قضاۃ کی بیعت کو جس صورت میں علماء نے لکھاہے لزوم ہی پر محمول ہے، یعنی امام اعظم کی طرف سے تقرر نہ ہونے کی صورت میں۔ اور جن لوگوں نے جواز وعدم جواز کو لکھاہے وہ دیگر صورت پر محمول ہے یعنی جب کہ امام اعظم کی طرف سے تقرر ہوا ہو[76]۔

---

73 - المواقف فی علم الکلام ص ۳۹۹ طبع عالم الکتب بیروت۔

74 - الاحکام السلطانیۃ للقاضی ابی یعلیٰ ص ۴۳ ☆ الاحکام السلطانیہ للامام ابی الحسن الماوردیؒ (متوفیٰ ۴۵۰ھ) ص ۶۴، ۶۳ مطبعۃ السعادۃ مصر ☆ الفتاویٰ الکبریٰ لابن حجر مکی الہیثمی الشافعی ج ۴ ص ۳۲۶۔

75 - فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۵ ص ۴۶۱، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

76 - امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت - شبہات وجوابات، ص ۵۴ مصنفہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ۔ ناشر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۱۴۱۹ھ۔

دارالاستیلاء میں امارت کبریٰ کے بارے میں مولانا سجادؒ کا موقف

بعض بزرگوں کو امارت شرعیہ کے معاملے میں اس لئے تأمل تھا کہ انگریزوں نے اسلامی ہندوستان پر قبضہ کرلیا ہے، فی الوقت اس استیلاء کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے، امامت کبریٰ کے بجائے چھوٹی امارت شرعیہ کے قیام کا مطلب تو یہ ہوگا ہم موجودہ نظام حکومت پر راضی ہیں، اور ہم اس جنگ کو موقوف کردیں جس کو ڈیڑھ سو سال سے ہمارے اسلاف نے اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے شروع کررکھا ہے، مثلاً حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ نے امیر شریعت اول کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"فقیر تو اس کو دارالاستیلاء سمجھتا ہے، اور دارالاستیلاء کے ازالہ کو لازم جانتا ہے"[77]

یہ اعتراض مختلف حلقوں کی طرف سے اٹھایا گیا تھا، اور سنجیدہ و جارحانہ دونوں لب ولہجہ میں اٹھایا گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض مولانا سجادؒ کے نظریات سے بے خبری پر مبنی تھا، مولاناؒ سے قریب رہنے والے لوگ پورے یقین کے ساتھ جانتے تھے اور انہوں نے اس کی شہادت دی ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) کہ مولاناؒ بھی بنیادی طور پر حکومت الٰہی کے قیام کے حامی تھے، اور ان کا اصل نصب العین بھی یہی تھا، جیسا کہ ان کی تحریک خلافت وغیرہ مساعی سے بھی ظاہر ہوتا ہے، لیکن جب تک اس کوشش میں کامیابی نہیں ملتی، محض انتظار فردا میں انتشار و پراگندگی کی زندگی گذارنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے مسلمانوں کی صلاحیتیں اور بھی زیادہ کمزور ہوتی جائیں گی، علاوہ ایک شرعی فریضہ کے ترک کا گناہ بھی لازم آئے گا، ان کی مضبوط رائے تھی کہ امارت شرعیہ کے قیام سے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت مضبوط ہوگی، اور حکومت الٰہیہ کا نصب العین حاصل کرنے میں اس سے مدد ملے گی، اور اگر خدانخواستہ اس میں کامیابی نہیں ملتی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کے نتیجے میں کوئی جمہوری حکومت وجود میں آتی ہے جیسا کہ اس کے آثار نظر آرہے تھے، جب بھی امارت کی اجتماعی طاقت مسلمانوں کو مستحکم اور باوقار زندگی گذارنے میں معاون ثابت ہوگی، مولاناؒ نے اپنے خطبۂ صدارت مرادآباد میں اپنا یہ درد اس طرح پیش فرمایا تھا:

----حواشی--

77 - امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت - شبہات وجوابات، ص ۴۰ مصنفہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ۔ ناشر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۱۴۱۹ھ۔

"مسلمانوں کے لئے جس چیز کی آج ضرورت ہے اور حصول سوراج کے بعد بھی ضرورت ہوگی بلکہ ہندوستان کی آزادی کی منزل کو قریب کرنے کے لئے جو چیز سب سے زائد مفید ہوگی یہی نظام اسلام یعنی امارت شرعیہ ہے"[78]

مولاناؒ کو اپنی اس رائے پر ایسا شرح صدر تھا کہ جیسا سامنے نظر آرہے دن کے اجالے پر انسان کو یقین ہوتا ہے، مولاناؒ نے خود فرمایا:

"ہمارے بہت سے احباب ممکن ہے کہ میری صاف گوئی سے خفا ہوئے ہوں، مگر میں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس مسئلہ کے لئے میرے دل میں انشراح پیدا کر کے اس حقیقت کو ویسا ہی روشن فرمادیا ہے جس طرح کہ سورج کی روشنی"[79]

----حواشی---

78 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۳۵۔

79 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۵۔

تحریک امارت شرعیہ - قیام، مقاصد اور پس منظر

امارت شرعیہ ہند کے قیام سے حضرت مولانا سجادؒ کا منصوبہ

دراصل حضرت مولانا سجاد صاحبؒ امارت شرعیہ کے ذریعہ آنے والے ہندوستان میں مسلمانوں کا دینی، ملی اور سیاسی مستقبل محفوظ کرنا چاہتے تھے،ان کا منصوبہ تھا کہ ایک منظم چیز تیار ہو جائے تو اس کو باقاعدہ حکومت کے ذریعہ قانونی حیثیت سے بھی منظور کرانے کی جدوجہد کی جائے،اور مسلمان ایک قانونی اجتماعیت کے زیر سایہ اپنی زندگی گذاریں، جس کے فیصلوں کو عدالتوں میں چیلنج نہ کیا جاسکے،اور جو حکومت کی مداخلت اور دستبرد سے محفوظ ہو، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ مولاناؒ کی اس فکر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد سجاد مرحوم کا یہ خیال تھا کہ جب تک ہندو مسلمانوں کی جدوجہد کامیاب ہو اور ہندوستان میں نیشنل گورنمنٹ قائم ہو،اس وقت تک مسلمانوں کا اندرونی نظام اور ان کی شرعی تنظیم مکمل ہو جائے تا کہ نیشنل گورنمنٹ کے زمانے میں مسلمانوں کی معاشرت،ان کا کلچر،ان کی سوشل تہذیب،ان کے اوقاف،ان کا نکاح اور طلاق وغیرہ،ان کی زکوٰۃ،اوران کا عشریہ تمام باتیں ایک شرعی امیر کے ماتحت ہوں،اوران تمام امور میں یہ ایک امیر کے ماتحت ہوں،اور اس شرعی تنظیم کو آئندہ ہندوستان کے دستور اساسی میں مسلمانوں کے ایک شرعی حق کی حیثیت سے تسلیم کرالیا جائے، تاکہ مسلمانوں کے اندرونی اور اصلاحی معاملات حکومت کی مداخلت سے محفوظ ہو جائیں، یہ ان کی اسکیم کا مختصر خلاصہ ہے جو میں نے عرض کیا، کاش اس مفید اور خالص مذہبی تحریک کو مسلمان سمجھتے[80]۔

----حواشی---

80 -حیات سجاد ص۱۰۸۔

جدید اصطلاحات کے بجائے اسلامی اصطلاحات والا ادارہ

درست ہے کہ یہ اجتماعیت اور تنظیمی مقاصد جمعیۃ علماء ہند اور دیگر مسلم تنظیموں سے بھی حاصل ہوسکتے تھے، لیکن حضرت مولاناؒ طرز کہن کے داعی و مبلغ تھے، موجودہ زمانہ کی تمام تنظیموں کی ساخت میں عصر جدید اور زیادہ درست لفظ میں مغرب کا رنگ غالب تھا، صدر، نائب صدر، سکریٹری، جنرل سکریٹری، خازن، ارکان تاسیسی و ممبران وغیرہ اصطلاحات سے ہماری قدیم اسلامی تاریخ و تمدن کی کتابیں نا آشنا ہیں، یہ سب عہد جدید کی پیداوار ہیں، جب کہ اسلام میں مسلمانوں کی تنظیم و اجتماع کے لئے خلافت اسلامی، حکومت الٰہیہ، اور امارت شرعیہ جیسے اداروں کا تصور موجود ہے، جہاں امیر شریعت، والی، عامل، قاضی شریعت، ناظم بیت المال، اور نقیب وغیرہ جیسی جامع اور روحانیت و مقصدیت سے بھرپور اصطلاحات موجود ہیں پھر اپنی چیزیں چھوڑ کر عہد جدید کی تقلید کرنا غیرت ایمانی کے خلاف ہے، مولاناؒ چاہتے تھے کہ چھوٹی سطح پر ہو یا بڑی سطح پر مسلمانوں کا ہر اجتماعی کام قرآن و حدیث، اور اسلامی فقہ و تاریخ کے آئینے میں منظم کیا جائے، یہاں تک کہ اسماء و اصطلاحات اور ہیئت ترکیبی بھی وہی اختیار کی جائے جو خیر القرون میں ملتی ہیں، اسی سے اسلامی تہذیب و اقدار کا تحفظ وابستہ ہے اور اسی میں مسلمانوں کے لئے خیر ہے، اور جب ہی اس ملک میں مسلمان اپنے ملی و تاریخی تشخصات کے ساتھ محفوظ رہ سکتا ہے، دیکھئے خطبۂ صدارت کے یہ الفاظ:

> "میرے نزدیک تنظیم اسلامی کے مصداق کی تحقیق کی وہی شکل ہے جس کو آپ عہد رسالت میں پاتے ہیں، ازاں بعد عہد صحابہ کرام میں بھی آپ بہتر صورت میں اس کو دیکھتے ہیں تنظیم کی اس تشکیل اور تصور کو چھوڑ کر جو صورت بھی آپ اختیار کریں خواہ بظاہر وہ کتنی ہی مرغوب ہو سنت سنیہ و طریقۂ حسنہ کا ترک ہوگا، اور چاہے آپ ان جملہ امور کی انجام دہی کے لئے کوئی دوسری صورت اختراع کرلیں، اور آپ کی نظروں میں بہ اعتبار ترتب آثار و حصول مقاصد کوئی دقت بھی محسوس ہو لیکن آپ اس تاثیر واثر کو جو تشکیل و تنظیم شرعی میں مضمر ہے نہیں پاسکتے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ اس وجوب سے سبکدوش نہیں ہوسکتے جو آپ پر واجب ہے۔

---۔ پس اگر تنظیم کے یہی معنیٰ ہیں کہ مسلمانوں اوراسلام کانظام قائم کرنا تو آپ

حضرات یقین فرمائیں کہ اس کی شکل یہی ہے جس کو میں پیش کررہاہوں"[81]

مولاناابوالکلام آزاداوردیگر علماء سے تبادلۂ خیال

حضرت مولانا محمد سجادؒ نے اس موضوع پر بہت سے علماء سے گفتگو کی اور تبادلۂ خیال کیااوراکثر علماء نے آپ کی رائے کی قوت وصداقت کو تسلیم کیامولاناابوالکلام آزادؒ بھی مسلمانوں کی تنظیم کے لئے مسلسل فکر مند تھے،اوراس کے لئے وہ"حزب اللہ" قائم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے،حضرت مولاناسجاد صاحبؒ کویہ بات معلوم ہوئی توآپ نے فرمایاکہ شریعت میں تنظیم اسلامی کی بنیاد"امارت"ہے اس بنیاد پر نظم کرنابہتر ہو گا،اس بات کاتذکرہ جناب شاہ محمد قاسم عثانی صاحبؒ نے رانچی میں مولانا آزادؒ سے کیاجوان دنوں وہاں نظر بند تھے،تو مولانا آزادؒ یہ سنتے ہی نفس مسئلہ تک پہونچ گئے،وہ مولاناسجادؒ کامقصد سمجھ گئے، انہوں نے مشتاقانہ مولاناسجاد صاحبؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی،چنانچہ حضرت مولاناسجاد صاحبؒ قاضی احمد حسین اور شاہ محمد قاسم عثانی صاحبان کی معیت میں رانچی تشریف لے گئے، اور حضرت مولانا آزادؒ سے ملاقات کی، یہ ملاقات بالکل تخلیہ میں ہوئی تھی،مولاناسجادؒ نے مولانا آزادؒ کے مزید اطمینان وانشراح کے لئے متعدد نصوص اور فقہی عبارتوں کے حوالے دکھلائے اور بالآخر مولانا آزادؒ نے حزب اللہ کاارادہ ترک کر کے امارت شرعیہ کی تحریک میں شامل ہونے کافیصلہ فرمایا[82]۔

مولاناسجادؒ کے سب سے اخص الخاص شاگرداورآپ کے افکارواعمال کے نقیب مولانا عبدالحکیم صاحب اوگانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جوچیز زیادہ تڑپارہی تھی،اور سوہان روح بنی ہوئی تھی،وہ مسلمانوں کی غیر اسلامی اور غیر شرعی زندگی تھی، آخر بہت غوروخوض کے بعد امارت شرعیہ کی اسکیم آپ

----حواشی---

81 -خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماءہند مرادآبادص ۱۳۱،۱۲۹۔

82 -حیات سجادص ۷۵ مضمون قاضی احمد حسین صاحبؒ وص ۱۳۴،۱۳۳ مضمون مولانا محمد عثمان غنیؒ☆حسن حیات ص ۴۳،۴۲ سوانح حیات قاضی احمد حسین مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ۔

کے ذہن میں آئی، اس سلسلے میں مولانا مرحوم نے رانچی میں حضرت مولانا ابو الکلام صاحب سے جو اس وقت وہاں نظر بند تھے، ملاقات کی، اور اس مسئلہ پر باہمی مشورہ اور تبادلۂ خیال ہوا، مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ اور دیگر سر بر آوردہ علماء سے بھی ملے اور رائے عامہ کو تیار کیا"[83]۔

خود حضرت مولانا آزادؒ نے بھی اپنے خطبۂ صدارت لاہور میں حضرت مولانا سجادؒ سے اپنی ملاقات کا اجمالی تذکرہ کیا ہے اور اس سبقت بالخیر کے لئے علماء بہار کو مبارکباد دی ہے، لکھتے ہیں:

"اسی زمانہ میں میرے عزیز و رفیق مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ رانچی میں مجھ سے ملے تھے اور اسی وقت سعی و تدبیر میں مشغول ہو گئے تھے۔۔ میں نہیں جانتا کہ کن لفظوں میں حضرات علمائے بہار کو مبارکباد دوں کہ انہوں نے سبقت بالخیرات کا مقام اعلیٰ حاصل کیا اور جمعیۃ علماء بہار کے جلسہ میں تین سو کے مجمع علماء نے بالاتفاق اپنا امیر شریعت منتخب کر لیا"[84]

مولانا آزاد نے نہ صرف تحریک امارت شرعیہ کی حمایت کی بلکہ اسے اپنی بارہ (۱۲) سالہ جدوجہد کا نتیجہ اور تمام اصلاحی اعمال و تحریکات کے لئے اصل الاصول اور اساس قرار دیا، جمعیۃ علماء ہند کے تیسرے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے (جب کہ بہار میں امارت شرعیہ کے قیام کو چند ماہ ہوئے تھے) اپنے خطبۂ صدارت میں برملا اعلان کیا:

"حضرات! اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مختصراً اس مسئلہ کی نسبت بھی کچھ عرض کر دوں جس کو میں علیٰ وجہ البصیرۃ آج تمام اعمال اصلاحیہ کے لئے بمنزلہ اصل و اساس کے یقین کرتا ہوں، اور کامل بارہ (۱۲) سال کے متصل غور و فکر کے بعد اس نتیجہ تک پہونچا ہوں کہ بغیر اس کے کبھی عقدۂ کار حل نہیں ہو سکتا، میرا

----حواشی---

83 - محاسن سجاد ص ۷۔

84 - خطبات آزاد ص ۱۲۶۔

اشارہ مسئلہ نظام جماعت اور قیام امارت شرعیہ کی جانب ہے"[85]

حضرت مولانا سجادؒ کو احساس تھا کہ ان کے اس طرز کہن کی پابندی کو لوگ قدامت پرستی قرار دیں گے اور طرح طرح کے حیلے بہانے اور شبہات و اعتراضات پیدا کریں گے، چنانچہ اپنے خطبۂ صدارت مرادآباد میں ارشاد فرمایا:

"حضرات! مجھے معلوم ہے کہ اس دور میں اس قدیم اصول نظام پر کیا کیا اعتراضات اور شبہات ہیں اسی کے ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت سے شبہات تو صرف علائق خارجہ کے جذب و کشش سے پیدا ہو گئے ہیں اور بہت سے ترددات ماحول کے واقعات اور اخوان زماں کی کیفیات نفسیہ سے حادث ہوئے ہیں، ان مترددین اور مشککین میں بہت سے ایسے حضرات ہیں کہ ان کے دل و دماغ پر خارجی اثرات نے اتنا گہرا اثر جما دیا ہے، کہ اب شاید ان کے دل و دماغ میں حقیقی نظام اسلام کے تجسس کے لئے بھی کوئی جگہ باقی نہیں ہے، اور بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ گرچہ وہ بھی کسی حد تک خارجی اثرات سے متاثر ہیں، لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اصل نظام کی مکمل صورت کے متجسس ہیں، اور اگر یقین ہو جائے کہ شرعی اصول سے نظام اسلام کی یہی واحد شکل ہے تو یقیناً اس کے آگے جبین نیاز رکھنے کو تیار ہیں[86]۔

لیکن مولانا آزادؒ نے ان کی بھرپور حمایت کی اور اپنے خطبۂ صدارت لاہور میں فرمایا:

"ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی قومی و اجتماعی کام انجام نہیں پا سکتا جب تک اس میں نظم و انضباط نہ ہو، اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک اس کا کوئی رئیس و قائد مقرر نہ کیا جائے، پس ہم تیار ہو جاتے ہیں کہ جلسوں کے لئے صدر تلاش کریں، لیکن اگر یہی حقیقت شریعت کی ایک اصطلاح امامت کے لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے تو ہمیں تعجب

----حواشی---

85 ۔خطبات آزاد ص ۱۱۹۔

86 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۳۱۔

وحیرانی ہوتی ہے اوراس کے لئے ہم تیار نہیں ہوتے۔۔۔۔

ہماراطریق عمل یہ ہوناچاہئے کہ ہم ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے حکمت اجتماعیہ نبویہ کواپنادستورالعمل بنالیں، شریعت کے کھوئے ہوئے نظام کوازسرنو قائم واستوار کردیں اوراس طرح اسلام کی مٹی ہوئی سنتیں زندہ ہوجائیں۔۔۔۔۔۔طریق شرعی اوراس کے نظام وقوام کے الفاظ سن کریکایک متوحش ومضطرب الحال ہوجاتے ہیں ۔۔۔۔یہ کیامصیبت ہے کہ اگرلیڈرکالفظ کہاجاتاہے توآپ اس کااستقبال کریں اورامیروامام کالفظ آجائے تونفرت واستکراہ سے بھرجائیں "[87]

دارالکفرمیں امارت شرعیہ تنظیم اسلامی کی واحد عبوری صورت

غرض امارت شرعیہ مولاناکی آخری منزل نہیں تھی بلکہ ایک عبوری منزل تھی، غیراسلامی اقتدارمیں اس سے بہتر ممکنہ تنظیمی واجتماعی صورت اور کوئی موجود نہیں تھی،ان کے نزدیک امارت شرعیہ کی ترجیح بمقابلۂ انتشاروپراگندگی وغیرشرعی اجتماعیت تھی نہ بمقابلۂ خلافت اسلامی۔۔اوراس کی سب سے بڑی دلیل حضرت مولاناسجادؒ کی کتاب " حکومت الٰہی " ہے،جواسلام کے نظام اجتماع اور فلسفۂ اجتماع پر اردوزبان میں اس عہدکی پہلی کتاب تھی،اس کی پہلی اشاعت کی سعادت(۱۹۴۱ءمیں) حضرت امیرشریعت رابع مولاناسیدمنت اللہ رحمانیؒ کو حاصل ہوئی ،اس کتاب کے عرض ناشر میں مولانامنت اللہ رحمانی صاحبؒ تحریرفرماتے ہیں:

"مولاناؒکی پوری زندگی بے پناہ جہدوعمل کانمونہ تھی،جس کامقصدوحیدحکومت الٰہیہ کاقیام تھا،مولاناؒنے اپنی زندگی میں جوعملی قدم بھی اٹھایاوہ صرف اس لئے کہ اس کے ذریعہ مقصدوحیدکی راہ کھلتی تھی،جن لوگوں کومولاناکے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملاہے یاانہوں نے مولاناکی زندگی کامطالعہ کیاہے،وہ اس حقیقت کااعتراف کرنے پر مجبورہیں،کہ ان کی زندگی کامشن " حکومت الٰہیہ "کے سوااورکچھ نہ تھا،۔۔

۔۔۔۔حواشی۔۔۔

87 ۔خطبات آزادص ۱۲۰تا۱۲۲۔

۔۔مولانا نے اپنی مخصوص بصیرت کے ساتھ جو اللہ نے ان کو عطا کی تھی، اور جو انہیں کا حصہ تھی، اپنی زندگی کا کافی حصہ اسلام کے اجتماعی نظام اور حکومت الٰہی اور اس کی تفصیلات پر غور کرنے میں صرف کیا، اور جن لوگوں کو اس موضوع پر مولاناؒ سے گفتگو کا موقع ملا ہے وہ اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ "حکومت الٰہیہ" یا خلافت اسلامیہ" کا کس قدر مرتب اور مفصل خاکہ مولانا کے ذہن میں موجود تھا اور ہندوستان میں صرف مولانا ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی صحیح روشنی میں ہندوستانی مسلمانوں کی تنظیم اور ہندوستان میں اس کی اسلامی زندگی کا بہترین خاکہ تیار کیا، اور اسے پوری طرح مرتب کر کے عملی صورت میں امارت شرعیہ کے نام سے صوبہ بہار میں جاری کیا کہ اگر آج مکمل اقتدار حاصل ہو جائے تو تھوڑے اضافہ کے بعد "امارت شرعیہ "خلافت اسلامیہ کی شکل اختیار کر سکتی ہے، بلکہ اس کی ہیئت ترکیبی ہی ایسی ہے کہ قوت کے حصول کے بعد وہ "خلافت اسلامیہ" کے سوا اور کوئی چیز بن ہی نہیں سکتی "[88]

اور یہی بات مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں بھی تحریر کی ہے:

"مولانا علیہ الرحمۃ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا اصل مقصد تو ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام ہے، اس لئے کہ موجودہ تمام طریقہائے حکومت میں اسلامی حکومت ہی کا نظام مکمل ہے لیکن چونکہ بہ حالات موجودہ براہ راست اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں مشکلات ہیں، اس لئے سر دست کم از کم ایک ایسی مشترکہ حکومت کے قیام کی کوشش کی جائے جہاں مسلمانوں کے لئے مخصوص نظام ہو[89]

اس امر کی شہادت مولانا کے دیگر قریب ترین لوگوں نے بھی دی ہے مثلاً:

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

88 ۔ حکومت الٰہی ص ۱۴، ۱۳ عرض ناشر مولانا منت اللہ رحمانیؒ طبع دوم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۱۴۱۹ھ۔

89 ۔ حیات سجاد ص ۱۶۴۔ مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے حضرت سجادؒ کی کتاب "حکومت الٰہی "پہلی بار شائع کی تو اس کے مقدمہ میں بھی حضرت کے اس مقصد وحید کو بڑی قوت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

مولانا مسعود عالم ندویؒ فرماتے ہیں:

"لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مولانا سجاد مرحوم یا دوسرے داعیان امارت کا یہ آخری نصب العین ہے، حاشا وکلا، اس مخلص مجاہد کے دامن پر اس سے زیادہ بد نما دھبہ اور کوئی نہیں لگایا جاسکتا، مولانا محمد سجاد بھی اسلامی حکومت کی تاسیس کے داعی تھے، اور یہی ان کا نصب العین تھا، مسلم نیشنلزم اور کمال اتاترک جیسی اسلامی حکومت نہیں بلکہ وہ خالص " الٰہی حکومت "(منہاج خلافت راشدہ پر) کے قیام کے داعی تھے "[90]

مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"مولانا محمد سجاد ہندوستان کے ان چند متبحرین میں سے تھے، جو ہندوستان کی سیاست میں حصہ دار بننے کے باوجود حکومت الٰہیہ کے اس نصب العین کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے، جو ان کی جدوجہد کا حقیقی مرکز و محور تھا"[91]

مولانا عثمان غنی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے شریعت اسلامیہ کی حکومت کا قیام تھا، اور امارت شرعیہ اس کا ایک زینہ ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کی تنظیم اور ان میں وحدت ملی اور عادت سمع و طاعت پیدا کی جاسکے، غلاموں اور محکوموں کے لئے اعلائے کلمۃ اللہ دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے "[92]

قاضی سید احمد حسین صاحب رقمطراز ہیں:

"مولاناؒ کی وفات سے تقریباً ایک سال پہلے میں نے ایک دفعہ بر سبیل تذکرہ مولاناؒ سے کہا کہ اس صوبہ میں امارت شرعیہ قائم کرکے آپ نے اپنا وقت زندوں کے

----حواشی---

90 - محاسن سجاد ص ۹۶۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد سجادؒ کی کتاب " حکومت الٰہی " سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

91 - نقیب مولانا سجاد نمبر ص ۷۶۔

92 - حیات سجاد ص ۱۳۸۔

بجائے مردوں میں ضائع کیا، کاش کہ آپ صوبۂ سرحد جاکر ایک چھوٹی سی نمونہ کی اسلامی حکومت قائم کئے ہوتے تاکہ دنیا دیکھتی کہ اسلامی حکومت انسانیت کے لئے کیسی رحمت ہے؟ تو مولانا نے فرمایا کہ "صوبہ سرحد سے کچھ لوگ مجھے لینے کو آئے تھے اور میں بھی جانے کو تیار تھا لیکن امیر شریعت اول حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحبؒ نے جانے نہ دیا[93]۔

مولانا امین احسن اصلاحی (اعظم گڑھ) بھی مولاناؒ سے بہت قریب رہے ہیں، وہ رقمطراز ہیں:

"مولانا جس انقلاب کے داعی تھے اس کا پروگرام بالکل شرعی اور مذہبی تھا، ان کو پورا اعتماد تھا، کہ اگر مسلمانوں کی تنظیم جمعیۃ علماء کی قیادت میں قائم ہو جائے، تو مسلمان ہندوستان کے اندر ایک ایسا نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، جو ہندوستانی قومیت میں شامل ہونے کے باوجود ان کی حفاظت کر سکے گا، وہ اس کو مسلمانوں کے لئے آئیڈیل نہیں سمجھتے تھے، مگر اس سے زیادہ کے لئے حالات سازگار نہیں پاتے تھے"[94]۔

موجودہ ہندوستان میں امارت ہی مسلمانوں کے مسائل کا حل ہے

حضرت مولانا سجاد صاحبؒ غیر مسلم ہندوستان میں امارت شرعیہ کو بہت سے ملی اور اجتماعی مسائل کا حل تصور فرماتے تھے، اور تمام دینی تحریکات کی اصل قرار دیتے تھے، آپ نے مرادآباد کے مجمع کو جس میں علماء امت اور زعمائے ملت کی بڑی تعداد موجود تھی، مخاطب کر کے ارشاد فرمایا (واضح رہے کہ اس وقت تک بہار میں امارت شرعیہ قائم ہو چکی تھی لیکن مولانا کی کوشش تھی کہ ہندگیر سطح پر بھی امارت قائم ہو جائے)

"سادات الکرام و زعمائے ملت! اگر آپ نے ہندوستان میں تنظیم اہل اسلام کی اہمیت

----حواشی---

93 - حیات سجاد ص ۷۶، ۷۷۔

94 - محاسن سجاد ص ۵۵۔

کو محسوس فرمالیا ہے اور ضرورت بھی محض ضرورت عادیہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ دینی حیثیت سے تو آپ سے میں گذارش کروں گا کہ چونکہ تنظیم کی اصلی صورت وہی ہے جس کو جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں منظور کرلیا ہے، اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آج علماء کرام وزعمائے ملت جبکہ ایک جگہ ہندوستان کے مسائل پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس چیز کو سامنے لانا چاہئے اور غور کرنا چاہیئے، اگر آپ نے مرادآباد میں جمع ہوکر اور کچھ نہیں کیا بلکہ صرف اسی امر کے متعلق عمل کرنے کی کوئی شکل پیدا کرلی، تو یقین فرمایئے کہ آپ نے سب کچھ کرلیا کیونکہ تمام چیزیں اس کی نسبت فرع ہیں اور وہ اصل ہے"[95]۔

امت کی تنظیم اطاعت سے وابستہ ہے

حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کو سفر وحضر میں حضرت مولانا سجادؒ کے ساتھ رہنے کے کافی مواقع ملے تھے، انہوں نے اپنے مضمون میں اس موضوع پر حضرت مولانا کے مجلسی اور عوامی خطابات کے کئی اہم اقتباسات نقل فرمائے ہیں، مثلاً:

"وہ (حضرت مولانا سجادؒ) ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی کو بغیر امیر کے غیر شرعی زندگی سمجھتے تھے، کسی اسلامی ملک پر کفار کے تسلط کو وہ نہایت خطرے کی نظر سے دیکھتے تھے، اور اس غیر شرعی زندگی پر وہ قرآن وحدیث سے استدلال کرتے تھے، اور بعض دفعہ اس زندگی کی خرابیاں ذکر کرتے کرتے رونے لگتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ ان کی ہچکی بندھ جاتی تھی، اور فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جو سوال ہم لوگوں سے ہوگا اس کا جواب سمجھ میں نہیں آتا، ہم خدا کے سامنے کس طرح عہدہ برآ ہونگے، ان کا خیال یہ تھا کہ کفر کے اس بے پناہ غلبہ اور سطوت کو جس قدر کم کیا جاسکے کم کرنا چاہئے، اس راستے میں جس قدر قربانیاں پیش کرنے کی

----حواشی--

95 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۳۲۔

ضرورت ہواس سے دریغ نہ کیا جائے۔۔۔وہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام ایک تنظیمی مذہب ہے ،اس مذہب کی روح ڈسپلن اور نظم چاہتا ہے،اگر مسلمان منتشر رہیں ،اور کسی ایک شخص کی اطاعت نہ کریں،اور اپنا کوئی امیر منتخب نہ کریں،تو یہ زندگی غیر شرعی زندگی ہوگی،ہر ایک پیغمبر جو دنیا میں آیا ہے اس نے اپنی ابتدائی تقریر میں دو باتیں لازمی طور پر کہی ہیں،فاتقو اللہ واطیعونِ۔یعنی اللہ سے ڈرواور میری اطاعت کرو،اوریہی اطاعت وہ چیز ہے جس پر قوموں نے مخالفت کی ہے،عام طور سے قومیں خدا کی قوت وطاقت تسلیم کرنے کو آمادہ ہوجاتی تھیں،لیکن پیغمبر کی اطاعت پر رضامند نہ ہوتی تھیں،پیغمبر کی اطاعت کو وہ اپنی عزت،برتری،اور اپنی سرداری کے منافی سمجھتی تھیں اس وجہ سے کہتے تھے:

ماھذاالابشر مثلکم یریدان یتفضل علیکم

یعنی یہ پیغمبر بھی ہم تم جیسا آدمی ہے،یہ اپنی بڑائی منوانا چاہتا ہے اور ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہی وہ چیز ہے جو مکہ کے سرداروں کو کھٹکی اور یہی وہ امر ہے جس نے اہل کتاب کو نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے سے باز رکھا،اسی نقطہ پر قوموں سے مخالفت ہوئی،لیکن پیغمبر اس حق سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہ ہوئے،اورانہوں نے صاف کہہ دیا کہ خدائی مذہب کی یہ بنیادی چیز ہے،جب تک پیغمبر کی اطاعت پر تیار نہ ہو خدائی مذہب کی تکمیل نہیں ہوسکتی،اور تنظیمی زندگی بھی میسر نہیں آسکتی ،اس نظریہ کے پیش نظر انہوں نے امارت شرعیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔۔۔وہ اس مسئلے پر فقہاء حنفیہ کی تصریحات پیش کرتے تھے،اس پر انہوں نے ایک مفصل فتویٰ بھی مرتب کیا تھااور جمعیۃ علماء نے جو تجویز امارت شرعیہ کے سلسلے میں پاس کی تھی ،وہ بھی انہی کی سعی کا نتیجہ تھی،وہ چاہتے تھے کہ زکوۃ اور عشر کا صحیح انتظام ہوسکے اور مسلمانوں کے صدقات وخیرات شرعی طریقہ پر صحیح مصارف پر خرچ ہوسکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی یہ خواہش ایک شرعی خواہش

تھی۔اور ۱۸۵۷ء کے اس انقلاب کے بعد جو ہندوستان میں ظہور پذیر ہوا اور جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی دولت ان کی عزت اور ان کی شرعی زندگی اور ان کا سیاسی اقتدار ملیامیٹ اور تباہ و برباد ہوگیا،اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ مسلمان مسجدوں کی امامت کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں ایک امیر بھی منتخب کرتے۔

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ علماء کی جماعت میں وہ پہلے عالم تھے، جنھوں نے وقت کی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کام کو شروع کیا،اس کی حمایت میں آواز بلند کی،اور اگر تمام ہندوستان میں نہیں تو کم از کم ایک صوبہ میں اس کی تشکیل کی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بتایا کہ کفر کے تسلط اور غلبہ کے بعد مسلمانوں کی مذہبی زندگی کا یہی طریقہ ہے"[96]۔

تحریک امارت میں مخالفتوں کا سامنا

لیکن افسوس کہ حضرت مولانا سجادؒ نے جس قوت واہمیت کے ساتھ اس نظریہ کو پیش فرمایا اور اس کے دلائل فراہم کئے، اتنی ہی زیادہ شدت کے ساتھ ان کی مخالفت بھی کی گئی، ظاہر ہے کہ مولانا سجادؒ شبہات واعتراضات کے جوابات دے سکتے تھے، مخالفتوں کا جواب دینا ان کے بس کی بات نہ تھی، حضرت مولاناؒ نے علماء کرام سے اپنا غم بیان کیا ہے:

"علماء کرام واعیان ملت! مسلمانوں کی حیات اور اجتماعی زندگی بلکہ محض باعزت زندگی کے لئے اگر کوئی چیز ہندوستان میں ضروری اور لازم ہے تو وہ مسلمانوں کا شرعی اصولوں کے ساتھ باضابطہ منظم ہونا ہے، مگر افسوس کہ یہ چیز جتنی ضروری اقدم واہم ہے، اسی قدر اس کے ساتھ بے اعتنائی اور لاپروائی برتی گئی ہے اور آج تک باوجود ادراک واحساس کے وہی غفلت اور وہی جمود ہے[97]۔

----حواشی--

96 -حیات سجاد ص ۱۰۴ تا ۱۰۶ مرتبہ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مضمون مولانا احمد سعید دہلویؒ۔

97 -خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۴۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ اس دور کی مخالفتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے علماء اور غیر علماء تمام مسلمانوں میں یہ شرف صرف مولانا محمد سجاد صاحبؒ کو حاصل ہے کہ انہوں نے یہ احساس کرتے ہوئے کہ "اس غیر اسلامی ملک میں مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اسلامی ماحول اور اسلامی تأثرات پیدا کرنے کے لئے "امارت شرعیہ" کے قیام کے بغیر چارۂ کار نہیں، بہار کے صوبہ میں اس کی داغ بیل ڈال دی۔۔۔۔۔۔۔اگرچہ وہاں کے بعض صوفیاء، بعض علماء اور انگریزی داں طبقے نے اپنی ذاتی مصالح کی بنا پر اس کی کافی مخالفت کی۔۔۔۔اور صوبہ کے ان مسلمانوں نے جو پلیٹ فارم پر اسلامی تحریک، اسلامی حکومت کا نام رٹتے رہتے ہیں، اگرچہ پیہم اور مسلسل مخالفتوں سے اس کو بڑی حد تک نقصان پہونچایا، اور اس مقدس تحریک میں مناع للخیر بنے رہے "[98]۔

مولانا احمد سعید دہلویؒ نے اس قصۂ غم کو اور بھی تھوڑی تفصیل سے بیان کیا ہے:

"مولانا محمد سجادؒ کی اس خالص مذہبی اور شرعی تحریک کی پوری قوت کے ساتھ اپنوں اور پرایوں نے مخالفت کی، ایک طرف حکومت متسلطہ نے اور دوسری طرف اس ملک کی بدقسمت اکثریت نے اس کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا، سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ملک کے اس تعلیم یافتہ طبقے نے جس کو آج کل سب سے زیادہ مسلمانوں کی نمائندگی کا شوق ہے، اور جو مسلمانوں کی تہذیب اور کلچر کی حفاظت کا مدعی ہے، اس نے بھی اس مذہبی تحریک کو اپنے اقتدار اور اپنی مزعومہ لیڈری کے خلاف سمجھا، جو حضرات غیر شرعی قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے تھے، اور صرف نام کے مسلمان بن کر اسلامی قومیت کے حقوق کا بٹوارا کرانا جن کا مقصد زندگی ہو چکا تھا، اور جو اسلامی احکام کی پابندی کو اپنی آزادئ ضمیر کے مخالف سمجھے

۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

98 - حیات سجاد ص ۱۴۹، ۱۴۸ مضمون مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ۔

ہوئے تھے، انہوں نے اس تحریک کو دقیانوسی اور تیرہ سوسالہ پرانی تحریک کہنا شروع کیا، اور مولانا سجادؒ کی یہ کہہ کر مخالفت شروع کی کہ یہ ہم کو روشنی اور آزاد خیالی سے ہٹا کر پھر مُلّااِزم پھیلانا چاہتے ہیں، اور ہم کو مولویوں کے اقتدار کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں، ان سب مخالفتوں سے زیادہ حیرت انگیز ان علماء کی مخالفت تھی، جن کا یہ فریضہ تھا اور قیام امارت جن کا شرعی اور قانونی فرض تھا ان تمام مخالف قوتوں اور طاقتوں کی موجودگی میں مولانا محمد سجادؒ نے خدا کے بھروسہ پر اس کام کو شروع کیا۔

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد میں جہاں بے شمار خداداد قابلیتیں موجود تھیں، ان تمام خوبیوں اور قابلیتوں میں ان کی پختہ کامی، عزم بالجزم، مستقل مزاجی، اور ہمت اور ارادے کی طاقت ضرب المثل ہے وہ بڑی سے بڑی مشکل کا ان تمام قوتوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، وہ کام کرنے سے تھکتے نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ ان تمام طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے بعد ان کو کامیابی نصیب ہوئی، ۔۔۔ اگر علماء میں مداہنت اور منافست نہ ہوتی، اور صوفیاء میں ارباباً من دون اللہ بننے کا شوق نہ ہوتا تو آج تمام ہندوستان ایک امیر کے ماتحت شرعی زندگی بسر کر رہا ہوتا اور اسلام کی حقیقی برکات سے متمتع ہوتا[99]۔

مولانا سید حسن آرزو نے اس وقت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے کہ:

"مجھے مولانا سجاد کی معیت میں اس خدمت کو انجام دینے کا بھی شرف حاصل ہے، مجھے خوب یاد ہے، کہ مولانا مرحوم کو اس وقت کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، مگر ہمت و عمل کی اس مشین نے ساری دشواریوں سے مقابلہ کرتے ہوئے آگے

۔۔۔۔حواشی۔۔

99. حیات سجاد ص ۱۰۴ تا ۱۰۷۔

چلو! آگے بڑھو! کا نعرہ لگایا اور ہماری ہمتوں کو بلند اور کامیابی کو سامنے لا کھڑا کر دیا۔۔

اور مولانا کے سر کامیابی کا سہرا بندھ ہی گیا"[100]۔

حضرت ابو المحاسنؒ کے ذہن میں امارت شرعیہ کا تصور

یہ تھے وہ مشکل حالات جن میں حضرت مولانا سجادؒ نے تحریک امارت شرعیہ کا اپنا سفر پورا کیا، مولاناؒ کو تو ایک عرصہ سے امارت شرعیہ کا خیال تھا، انہوں نے امارت شرعیہ کے قیام سے قبل ہی بعض خاص لوگوں سے بیعت جہاد بھی لی تھی ، لیکن یہی وہ تلخ حالات تھے جن کی بنا پر یہ حرف آرزو زبان پر نہیں آسکتا تھا، جناب قاضی احمد حسین صاحبؒ بیان کرتے ہیں:

"امارت شرعیہ کے قیام کا خیال تو مولانا مرحوم کو بہت پہلے سے تھا، لیکن حالات کی نا سازگاری نہ حرف مطلب کو زبان تک لانے کی اجازت دیتی تھی ،نہ ماحول عمل کا متحمل تھا، پھر بھی مجاہدانہ جذبہ مولاناؒ کو بے قرار رکھتا تھا، چنانچہ جہاد کی بیعت بعض خاص لوگوں سے مولاناؒ نے قیام امارت سے پہلے لی تھی[101]۔

قیام امارت سے قبل بیعت جہاد

یہ خاص لوگ جن کو قیام امارت شرعیہ سے قبل حضرت کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی سعادت حاصل ہوئی ان میں سر فہرست حضرت شاہ ابو طاہر فردوسیؒ اور ان کے رفقاء واحباب تھے، اس بیعت جہاد کی تفصیل خود شاہ ابو طاہر صاحبؒ ہی کی زبانی ملاحظہ کریں:

"ایک واقعہ جو غالباً میرے ساتھ مختص ہے یعنی میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اور غالباً قاضی احمد حسین صاحب بھی اس سے واقف نہیں ہیں، حالانکہ صرف ان ہی کی ایک ذات ہے جو مولانا کی ہر تحریک میں ان کی قوت بازو رہی۔ گیا میں جب مولانا کا قیام رہا سملہ ہر عرس میں تشریف لایا کئے، ایک موقع پر جب کہ آپ کو یہ معلوم ہوا

---- حواشی---

100 -حیات سجاد ص ۹۴۔

101 -حیات سجاد ص ۴۷ مضمون قاضی احمد حسین صاحب۔

کہ یہاں ارکان اسلام کے ساتھ جہاد پر بھی بیعت ہوتی ہے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بیعت کے ساتھ اہتمام جہاد بھی کرنا چاہیئے، میں نے عرض کیا تو آپ ہی امیر بنیں ، میں امیر تسلیم کرتا ہوں ،اس گفتگو کے چند دن بعد میں چند احباب کے ساتھ گیا مدرسہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے تو امیر تسلیم ہی کر لیا ہے ،ہمارے یہ مخلص احباب بیعت جہاد کے لئے حاضر ہوئے ہیں ،چنانچہ آپ نے ان لوگوں سے بیعت جہاد لیا، ان میں سے جن لفظوں میں آپ نے بیعت لی ان کے ماثورہ الفاظ یہ ہیں:

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر و الیسر والمنشط والمکرہ و ان لا انازع الامر اہلہ وان نقول بالحق حیث کنا ولانخاف لومۃ لائم۔

اس وقعہ کے کچھ ہی دنوں کے بعد امارت کی تحریک شروع ہوئی اور اللہ نے آپ کو نائب امیر شریعت بنایا[102]۔

جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دوم میں امارت فی الہند کی تجویز

آپ کی تحریک امارت کا محور پورا ہندوستان تھا اور آپ اس نظام شرعی کو پورے ملک میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ سب سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے اجلاس(منعقدہ ۷ تا۹ / ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء دہلی، زیر صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جس میں تقریباًپانچ سو ۵۰۰ علماء شریک تھے) میں آپ نے امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز پیش فرمائی جس کی تائید حضرت شیخ الہندؒ نے بھی کی ۔حضرت شیخ الہندؒ کی وجہ سے حضرت مولانا سجادؒ بہت پر امید تھے، کہ اس اجلاس میں امیر الہند کا مسئلہ حل ہو جائے گا، بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سجادؒ نے باقاعدہ اس کے لئے دیوبند کا سفر کیا اور حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس موضوع پر تبادلۂ خیال فرمایا، اور حضرت شیخ الہندؒ اس کے لئے راضی ہو گئے تھے[103]

----حواشی---

102 -حیات سجاد ص ۲۷ مضمون شاہ ابوطاہر فردوسیؒ۔

اورواقعۃً یہ مسئلہ حل ہوسکتا تھا اگر حضرت شیخ الہندؒ کی حیات مبارکہ میں یہ تحریک پیش کردی جاتی، حضرت شیخ الہندؒ کی بھی رائے یہی تھی کہ:

"اس نمائندہ اجتماع میں جب کہ تمام اسلامی ہند کے ذمہ داراورارباب حل وعقد جمع ہیں، امیر الہند کاانتخاب کرلیا جائے ،اور میری چارپائی کواٹھاکر جلسہ گاہ میں لے جایاجائے، پہلا شخص میں ہوں گاجواس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا"[104]

امیر الہندؒ کے انتخاب میں دشواریاں

مگر دشواری یہ تھی کہ ایک تو حضرت شیخ الہندؒ بے حد علیل تھے، نقل وحرکت سے بھی معذور تھے،اجلاس میں خودشریک بھی نہ ہوسکے،بلکہ دوران اجلاس ڈاکٹر شوکت انصاری صاحب کی کوٹھی پر تشریف فرمارہے۔

دوسری طرف بعض قرائن وآثار سے معلوم ہوتاہے کہ منصب امارت کے لئے اندراندر کئی شخصیتوں کے نام گردش کررہے تھے:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ

ظاہرہے کہ ان میں سب سے اہم ترین شخصیت حضرت شیخ الہندؒ کی تھی،بلکہ آپ کی شخصیت اس معاملہ میں نقطۂ اتفاق بن سکتی تھی،اگر آپ کی امارت کااعلان ہوجاتاتوشاید کسی کو اختلاف نہ ہوتا،خطبات آزاد سے معلوم ہوتاہے کہ "امام الہند" کے منصب کے لئے مولاناابوالکلام آزادؒ نے بھی حضرت شیخ الہندؒ کو راضی کرلیاتھا،گوکہ یہ ان کے اس پروگرام کاحصہ تھاجب مولاناآزاد" حکومت الٰہیہ " کے قیام کی جدوجہد کررہے تھے اوراس کے لئے انہوں نے حزب اللہ کی تشکیل کی تھی،یہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے،جب کہ ملک میں نہ جمعیۃ علماء ہند کی تحریک شروع ہوئی تھی اورنہ امارت شرعیہ کی،اس موقعہ پر مولاناآزادؒ نے بہت کوشش کی کہ حضرت شیخ الہندؒ ہجرت میں جلدی نہ کریں اور بحیثیت "امام الہند" ہندوستان میں رہ کر حکومت اسلامیہ

103- حیات سجاد ص ۱۳۵، ۱۳۴ مضمون مولاناعثمان غنی صاحب۔

104 - تاریخ امارت ص ۵۳ مرتبہ مولاناعبدالصمدرحمانیؒ۔

کے احیاء کی سربراہی فرمائیں: مولانا آزادؒ فرماتے ہیں:

"۱۹۱۴ء کے لیل ونہار قریب الاختتام تھے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی اور مجھے یقین ہو گیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہو گا ہماری کوئی سعی وجستجو بھی کامیاب نہ ہو گی، چنانچہ اسی وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہو گیا، حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب و سعی کا نتیجہ تھی، انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہو گیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کرلیں گے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائے گا مگر افسوس ہے کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولاناؒ نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کر لیا، اور میری کوئی منت وسماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ سکی، اس کے بعد میں نظر بند کر دیا گیا"[105]

اس لئے قوی امید تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ کا اسم گرامی سامنے آنے پر کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

ایک بڑا نام مولانا ابوالکلام آزادؒ کا بھی تھا، بلکہ کہنا چاہئے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے بعد ملک میں سب سے طاقتور نام مولانا آزاد ہی کا تھا، ان کو اس مسئلہ پر شرح صدر بھی تھا اور ان پر اتفاق رائے کا بھی امکان تھا حضرت مولانا سجادؒ کے محرم راز قاضی احمد حسین صاحبؒ کی روایت یہ ہے کہ:

"مولانا مرحوم (مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ) نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کو اس امر پر راضی کر لیا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد آمیر الہند ہوں، میں اس وقت جیل میں تھا مگر جہاں تک یاد آتا ہے جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے اجلاس میں مولانا سجاد صاحبؒ نے اس تجویز کو پیش کیا، مگر شیخ الہندؒ کی علالت کی وجہ سے جب کہ وہ خطرناک حالت سے گذر رہے تھے، دوسرے اجلاس کے لئے اس کو ملتوی

----حواشی--

105 ۔خطبات آزاد ص ۱۲۷۔

کر دیا گیا[106]۔

اس کی تائید مولانا عبد ارزاق ملیح آبادیؒ کی کتاب "ذکر آزاد" سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے خود حضرت شیخ الہندؒ سے اس موضوع پر اپنی گفتگو کی روداد نقل کی ہے۔

مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی مولانا آزادؒ کے مقرب ترین لوگوں میں تھے، مولاناؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور صوبہ یوپی میں مولانا کی طرف سے بیعت امامت کے مجاز اور خلیفہ تھے[107]، وہ لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مرحوم ومغفور مالٹے کی نظر بندی سے چھُوٹ کر پہلی دفعہ لکھنؤ تشریف لائے اور فرنگی محل میں ٹھہرے خبر ملی کہ فرنگی محل والے اس کوشش میں ہیں کہ مولانا عبد الباری صاحب کی امامت پر انہیں راضی کر لیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ خود شیخ الہند کے بعض رفیق شیخؒ کے لئے یہ منصب چاہتے ہیں، مجھے تشویش ہوئی، شیخ الہندؒ کے لئے میں انجان نہ تھا، منیٰ میں اور مکہ میں ملاقاتیں ہو چکی تھیں، اور بڑی شفقت سے پیش آئے تھے، لیکن اب جو مسئلہ درپیش تھا نازک بھی تھا اور اہم بھی، خود شیخ کی ذات سے بھی تعلق رکھتا تھا، اور بڑے سلیقہ کا طالب تھا، میں نے شیخ الہندؒ سے تنہائی میں ملاقات کی، رسمی باتوں کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی امامت کا تذکرہ چھیڑا، شیخؒ نے فرمایا امامت کی ضرورت مسلم ہے، عرض کیا، حضرت سے زیادہ کون اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس منصب کے لئے وہی

---- حواشی --

106 - حیات سجاد ص ۷۶،۷۵۔

107 - مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی مشہور صاحب قلم تھے، ان کے والد گرامی محترم عبد الحمید خان صاحب حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی سے بیعت تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے، ندوہ سے فراغت کے بعد مصر گئے، جہاں انہیں علامہ رشید رضا مصری سے شرف تلمذ حاصل ہوا، پھر وہاں سے ترکی اور حجاز گئے، ۱۹۱۸ء میں حج کی سعادت حاصل کی، مولانا نے شروع ہی سے ایک سیمابی طبیعت پائی تھی، اپنے وطن کی آزادی کی جدوجہد میں شامل جاں فروشوں اور سوختہ جانوں کے لشکر میں پیش پیش رہے، ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۸ء تک مولانا آزاد کے شامل ایک جان و قالب بنے رہے، ۱۹۲۸ء کے بعد جب وہ مولانا آزاد سے الگ ہوئے تو وہ ہندوستان کے علم وادب اور صحافت کے افق پر ایک قطبی ستارے کے طور پر نمودار ہوئے اور دیر تک چھائے رہے، کینسر کے مرض میں ۱۹۵۴ء میں وفات پائی، (ذکر آزاد ص ۸)

شخص موزوں ہو سکتا ہے جو زیادہ سے زیادہ ہوشمند، مدبر اور ڈپلومیٹ ہو، مسلمانوں کا امام ایسا شخص ہونا چاہئے، جس کی استقامت کو نہ کوئی تشویش متزلزل کر سکے، نہ کوئی ترہیب، مثال کے طور پر میں نے پاپائے روم کا تذکرہ کیا جو ڈپلومیسی میں فرد اور سیاسیات کا شاطر ہوتا ہے۔ شیخ الہندؒ نے اتفاق ظاہر کیا تو عرض کیا آپ کی رائے میں اس وقت امامت کا اہل کون ہے؟ یہ بھی اشارۃً کہدیا کہ بعض لوگ اس منصب کے لئے خود آپ کا نام لے رہے ہیں، اور آپ بحمد اللہ اہل بھی ہیں، شیخ بڑی معصومیت سے مسکرائے اور فرمایا کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی تصور نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کا امام بنوں، عرض کیا، کچھ لوگ مولانا عبد الباری صاحبؒ کا نام لے رہے ہیں، موصوف کا تقویٰ و استقامت مسلم ہے، مگر مزاج کی کیفیت سے آپ بھی واقف ہیں[108]، شیخؒ نے سادگی سے جواب دیا کہ مولانا عبد الباری کے بہترین آدمی ہونے میں شبہ نہیں مگر منصب کی ذمہ داریاں کچھ اور ہی ہیں، عرض کیا اور مولانا ابو الکلام آزاد

----حواشی--

108 - دراصل حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کے مزاج میں حدت و جلال کا غلبہ تھا، اور اس کی وجہ (آپ کے سوانح نگار مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ کے بیان کے مطابق) غالباً کسی نے دھوکہ سے آپ کو زہر دے دیا تھا، علاج سے شفا تو ہوگئی لیکن مزاج میں حدت و حرارت پیدا ہوگئی، ذرا سی گرمی بھی قابل برداشت نہ تھی، گرم چیزیں مرچ، تیل مسالہ وغیرہ آپ بہت کم استعمال کرتے تھے، چائے صرف سردی کے موسم میں استعمال فرماتے تھے، سخت جاڑے میں بھی بے تکلف سرد ترین اشیاء کا استعمال کرتے تھے (حسرۃ الآفاق ص ۳۷) اس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت میں حلم اور جلال کے باب میں اعتدال برقرار نہ رہا، مولانا عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> "مولاناؒ میں یہ دونوں صفات (حلم اور غضب) علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے تھے، غصہ بھی بوجہ دموی مزاج ہونے کے بہت زائد اور بعض اوقات حد اعتدال سے زائد ہو جاتا تھا، اسی کے مقابل حلم بھی کبھی حد اعتدال سے گذر جاتا تھا، مولاناؒ جب چار پانچ بار حلم فرمالیتے تو ایک مرتبہ غصہ فرماتے، اپنے کپڑوں کو بارہا خود چوری ہوتے بلکہ سارق کو پہنے ہوئے ملاحظہ فرماتے مگر کچھ تنبیہ نہ فرماتے" (حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق ص ۳۴، ۳۵)

ورنہ آپ کی عظمت و تقدس اور علم و تقویٰ میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا تھا، بلکہ جس طرح مشکل مواقع پر مختلف مسلک و مشرب کے لوگوں کے لئے آپ کی ذات گرامی نقطۂ اتفاق ثابت ہوئی اس کے پیش نظر حضرت شیخ الہندؒ کے بعد امارت ہند کے لئے بھی آپ کی شخصیت مرکز اتفاق بن سکتی تھی۔

کے بارے میں آپ کی کیارائے ہے ؟ شیخ نے متانت سے فرمایا: میرا انتخاب بھی یہی ہے ،اس وقت مولانا آزاد کے سوا کوئی شخص امام الہند نہیں ہوسکتا ان میں وہ سب اوصاف جمع ہیں جو اس زمانے میں ہندوستان کے امام میں ہونا ضروری ہیں۔ میں اپنے مشن میں کامیاب ہوچکا تھا، شیخؒ سے عرض کیا، اس گفتگو کو پبلک میں لا سکتا ہوں؟ انہوں نے اجازت دے دی"[109]

مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ چونکہ بے حد کمزور اور بیمار ہوگئے تھے اس لئے حضرت کا اپنے بجائے کسی سنجیدہ، متین اور صاحب استقامت عالم دین کو بحیثیت امیر الہند پسند کرنا مستبعد نہیں۔

حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ

امامت کی اس دوڑ میں تیسرا بڑا نام حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کا تھا، اور ایک بڑا حلقہ بحیثیت امیر الہند ان کو پسند کرتا تھا، لیکن اختلافات کو دیکھتے ہوئے وہ خود اس سے دستبردار ہوگئے تھے، اور لوگوں کے اطمینان کے لئے ایک تحریر بھی لکھ دی تھی، تاکہ ان کا نام لے کر کوئی فتنہ کھڑا نہ کیا جاسکے، یہ قصہ بھی مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی ہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

"مولانا (عبد الباری صاحب) سے میرے گہرے تعلقات تھے ،اور اندیشہ تھا، کہ میری اس مہم کا حال معلوم ہوگا تو مجھے نہ جانے کتنا برا سمجھیں گے، مگر جب بات چیت ہوئی، تو خندہ پیشانی سے کہنے لگے، مولانا آزادؒ کے سوا کسی اور کا نام امامت کے لئے لینا قوم سے غداری ہے، مجھے خوشی ہے کہ آپ نے شیخ الہندؒ سے معاملہ صاف کرلیا اور میں پہلا آدمی ہوں جو مولانا آزاد کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔

پھر انہوں نے ایک تحریر بھی مرحمت فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

----حواشی---

109 ۔ذکر آزاد ص ۲۵،۲۴ مصنفہ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ جمال لاہور، ۲۰۱۰ء۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ مکرمی دام مجدہ السلام علیکم

مسئلۂ امامت یا شیخ الاسلامی کے متعلق مجھے جمہور کی موافقت کے سوائے کوئی چارۂ کار نہیں ہے، جو اندیشہ ہے وہ بارہا اہل الرائے سے ظاہر کر چکا ہوں، باوجود اس کے پھر بھی مسلمانوں کی تجویز کو بسر و چشم قبول کرنے کے لئے تیار ہوں، خود مجھ سے بارہا اس منصب کے قبول کرنے کی بعض اہل الرائے نے خواہش کی مگر میں نے اپنی عدم اہلیت کے باعث اس امانت کا بار اٹھانا منظور نہیں کیا، نہ آئندہ قبول کرنے کا ارادہ ہے، مولانا محمود حسن صاحب سے دریافت کیا تو وہ بھی اس بار کے متحمل نظر نہیں آتے، مولانا ابوالکلام صاحب اسبق و آمادہ ہیں، ان کی امامت سے بھی مجھے استنکاف نہیں ہے، بسر و چشم قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں، بشرطیکہ تفریق جماعت کا اندیشہ نہ ہو، مولانا تو اہل ہیں اگر کسی نا اہل کو تمام یا اکثر اہل اسلام قبول کرلیں گے تو مجھے وہ لوگ سب سے زیادہ اطاعت گذار و فرمانبردار پائیں گے، اصل یہ ہے کہ یہ تحریک دیانتاً میں اپنی سمت سے جاری کرنا نہیں چاہتا، نہ کسی کو منتخب کر کے اس کے اعمال کا اپنے اوپر بار لینا چاہتا ہوں، مسلمانوں کی جماعت کا تابع ہوں اس سے زائد مجھے اس تحریک سے تعرض نہیں ہے۔ والسلام۔ بندہ فقیر محمد عبد الباری

(یہ تحریر ۲۰/ ستمبر ۱۹۲۰ء (۶/ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ) سے قبل کی ہے، اس لئے کہ مولانا آزاد کے مکتوب (مرقومہ ۲۰/ ستمبر ۱۹۲۰ء) میں اس خط کا ذکر ہے)[110]

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دوم (۱۹ تا ۲۱/ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام نور گنج، زیر صدارت حضرت شیخ الہندؒ) سے قبل ہی بعض حلقوں میں امیر الہند کے انتخاب کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی، اور بہت سے لوگ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو کر بھی آئے تھے، اور اس منصب کے لئے متوقع قد آور شخصیات کے درمیان باہم ذہنی اتحاد بھی موجود تھا، اس لئے حضرت مولانا سجادؒ بجا طور پر

-----حواشی-----

110 -ذکر آزاد ص ۲۵ تا ۲۷۔

امید تھے کہ اجلاس دوم میں انتخاب امیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا، اور حضرت شیخ الہندؒ بھی اس قصہ کو اپنی زندگی ہی میں تمام کرنا چاہتے تھے، لیکن جیسا کہ گذرا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی علالت کے عذر بنا پر انتخاب امیر کی تجویز ہی اجلاس عام میں پیش نہ کی جا سکی، اور تقریباً ایک ہفتہ کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کا اختلاف

البتہ بعض شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے وصال کے بعد اور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سوم لاہور سے قبل جمعیۃ علماء ہند کا ایک ہنگامی اجلاس جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا تھا، اور اس کا مقصد گو کہ اصلاً انتخاب امیر نہیں تھا لیکن یہ تجویز اس موقعہ پر اچانک مجمع عام میں زیر بحث آگئی، اور اس کی حمایت و مخالفت میں تقریریں ہونے لگیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ تحریک اجلاس عام میں پیش کی گئی، تو نفس امارت شرعیہ کی تجویز میں تو کوئی دشواری پیش نہیں آئی، لیکن امیر الہند کے انتخاب کے مسئلہ پر اختلاف ہو گیا، بعض حضرات نے کہا کہ اچانک بیعت امارت امت کے لئے مفید نہیں ہو گی، پروفیسر مولانا منتخب الحق قادریؒ (سابق ڈین آف فیکلٹی آف تھیالوجی کراچی یونیورسٹی) نے اپنے استاذ مولانا معین الدین اجمیریؒ (جو اس اجلاس میں شریک تھے) کے حوالے سے نقل کیا ہے:

> "مولانا (معین الدین اجمیریؒ) نے بغیر تاریخ اور سن کے ذکر کے تذکرہ فرمایا کہ کسی کو امام الہند ماننے کی تجویز زیر غور تھی، اس کے لیے پہلے سے خط و کتابت بھی چل رہی تھی بعد ازاں جامع مسجد دہلی میں ایک جلسہ ہوا جس میں تمام علماء ہند جمع ہوئے، اور اس موضوع پر نہایت زوردار تقریریں ہوئیں اور سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا، آخر میں مولانا آزادؒ کی تقریر گویا حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی، جس سے تمام حاضرین مسحور سے ہو گئے اور یہ آوازیں بلند ہوئیں کہ ہاتھ بڑھایئے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس پر میں نے صدر جلسہ سے صرف پانچ منٹ کچھ کہنے کے لئے مانگے جو بہت مشکل سے اس شرط کے ساتھ ملے کہ چھٹا منٹ کسی صورت نہ ہونے پائے۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ علماء کے اس مؤقر اجتماع میں تفصیل

میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اشارہ کافی ہے میں جملہ علماء کی توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو آپ نے حج سے واپسی پر اس قسم کا چرچا سن کر کی تھی کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو ہم فوراً اور دفعۃً فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے، حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں اور پھر فرمایا کہ "فلتۃ بیعت" امت کے حق میں کبھی مفید نہیں ہو گی، اگر لوگ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے استدلال کریں گے تو بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کریں گے اس لئے کہ حضرت ابو بکرؓ واحد شخصیت ہیں جن کے لئے اس قسم کی بیعت خالی از مضرت تھی۔ انؓ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ایسا موجود نہیں ہے [111]۔

----حواشی---

111 - یہ روایت بخاری شریف میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالاً مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَبَيْنَمَا أَنَا فِي مَنْزِلِهِ بِمِنًى ، وَهْوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا ، إِذْ رَجَعَ إِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ لَوْ رَأَيْتَ رَجُلاً أَتَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلْ لَكَ فِي فُلاَنٍ يَقُولُ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ لَقَدْ بَايَعْتُ فُلاَنًا ، فَوَاللَّهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ إِلاَّ فَلْتَةً ، فَتَمَّتْ . فَغَضِبَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَقَائِمٌ الْعَشِيَّةَ فِي النَّاسِ ، فَمُحَذِّرُهُمْ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ أُمُورَهُمْ . قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لاَ تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَاءَهُمْ ، فَإِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَغْلِبُونَ عَلَى قُرْبِكَ حِينَ تَقُومُ فِي النَّاسِ ، وَأَنَا أَخْشَى أَنْ تَقُومَ فَتَقُولَ مَقَالَةً يُطَيِّرُهَا عَنْكَ كُلُّ مُطَيِّرٍ ، وَأَنْ لاَ يَعُوهَا ، وَأَنْ لاَ يَضَعُوهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا ، فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ ، فَتَخْلُصَ بِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ ، فَتَقُولَ مَا قُلْتَ مُتَمَكِّنًا ، فَيَعِي أَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ ، وَيَضَعُونَهَا عَلَى مَوَاضِعِهَا . فَقَالَ عُمَرُ أَمَا وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لأَقُومَنَّ بِذَلِكَ أَوَّلَ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فِي عَقِبِ ذِي الْحَجَّةِ ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْنَا الرَّوَاحَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ ، حَتَّى أَجِدَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا إِلَى رُكْنِ الْمِنْبَرِ ، فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ ، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ مُقْبِلاً قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ، لَيَقُولَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ اسْتُخْلِفَ ، فَأَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ مَا عَسَيْتَ أَنْ يَقُولَ مَا لَمْ يَقُلْ . قَبْلَهُ فَجَلَسَ عُمَرُ عَلَى

میرے اس توجہ دلانے پر جلسے کا رنگ ایک دم تبدیل ہو گیا، میری تائید میں مولانا انور شاہ صاحبؒ نے ایک نہایت غامض اور دقیق تقریر فرمائی اور مولوی شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی میری تائید کی اگر چہ اس سے پہلے وہ اصل تجویز کی تائید میں تقریر کر چکے تھے"[112]

ڈاکٹر اسرار احمد نے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ کے نام حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کا ایک نایاب خط نقل کیا ہے، اس میں غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اور اگلے لائحۂ عمل کے بارے میں مناسب مشورہ طلب کیا گیا ہے:

ازدار الخیر اجمیر-۲/ستمبر ۱۹۲۱ء

مرجع انام حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والانامہ نے عزت بخشی، سابق والانامہ چونکہ جواب طلب نہ تھا اس وجہ سے تاریخ

الْمِنْبَرِ ، فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّى قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِى أَنْ أَقُولَهَا ، لاَ أَدْرِى لَعَلَّهَا بَيْنَ يَدَىْ أَجَلِى ، فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ ، وَمَنْ خَشِىَ أَنْ لاَ يَعْقِلَهَا فَلاَ أُحِلُّ لأَحَدٍ أَنْ يَكْذِبَ عَلَىَّ ----- ثُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِى أَنَّ قَائِلاً مِنْكُمْ يَقُولُ وَاللَّهِ لَوْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلاَنًا فَلاَ يَغْتَرَّنَّ امْرُؤٌ أَنْ يَقُولَ إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِى بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ أَلاَ وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ كَذَلِكَ وَلَكِنَّ اللَّهَ وَقَى شَرَّهَا ، وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِى بَكْرٍ ، مَنْ بَايَعَ رَجُلاً عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلاَ يُبَايَعُ هُوَ وَلاَ الَّذِى بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلاَ -----قَالَ عُمَرُ وَإِنَّا وَاللَّهِ مَا وَجَدْنَا فِيمَا حَضَرْنَا مِنْ أَمْرٍ أَقْوَى مِنْ مُبَايَعَةِ أَبِى بَكْرٍ خَشِينَا إِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ أَنْ يُبَايِعُوا رَجُلاً مِنْهُمْ بَعْدَنَا ، فَإِمَّا بَايَعْنَاهُمْ عَلَى مَا لاَ نَرْضَى ، وَإِمَّا نُخَالِفُهُمْ فَيَكُونُ فَسَادٌ ، فَمَنْ بَايَعَ رَجُلاً عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلاَ يُتَابَعُ هُوَ وَلاَ الَّذِى بَايَعَهُ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلاَ(الجامع الصحيح ج 6 ص 2503 حديث نمبر : 6442 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا)

112-جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۵۴، ۵۵ مرتبہ ڈاکٹر اسرار احمد، ناشر: مکتبہ خدام القرآن لاہور، طبع پنجم، ۲۰۱۳ء۔

مقررۂ آں مخدوم کو ذہن میں رکھ کر عریضہ حاضر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ ۵/ محرم الحرام کے بعد حاضر خدمت ہو کر آں مخدوم کی ہمرکابی میں پنجاب روانہ ہو جاؤنگا۔ یہی ارادہ اب بھی ہے، اطلاعاعرض کیا گیا۔۔ لیکن دہلی کے جلسہ جمعیۃ علماء ہند کی شرکت نے اس سفر میں ایک جدید مانع پیش کر دیا کیونکہ اس کی تجویز کے مطابق ۱۸،۱۷/ ستمبر کو جلسہ منتظمہ قرار پایا ہے۔ اس میں ضبطیٔ فتوی و مسئلہ امامت پیش ہو گا جس کی طرف جناب مولوی ابوالکلام صاحب کو بیحد رجحان ہے۔ چونکہ ان کو اس مسئلہ سے زیادہ دلچسپی ہے اس وجہ سے خالی الذہن علماء ان کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ اگر من جانب فقیر اس کے التواء کے متعلق مختصر و جامع تقریر نہ ہوتی تو کچھ عجب نہ تھا کہ حاضرین علماء اسی وقت اس مسئلہ کو طے کر دیتے۔ اس وجہ سے علماء دہلی کا یہ خیال ہے کہ فقیر خصوصیت کے ساتھ اس جلسہ میں شریک ہو ادھر جناب مولوی شوکت علی صاحب نزاع رنگون کے متعلق زور دے رہے ہیں کہ فقیر جلد وہاں پہونچ کر ان نزاعات کا تصفیہ کرائے جن کی وجہ سے وہاں کی کمیٹی خلافت کا وجود خطرہ میں ہے۔

اب میں حیران ہوں کہ کہاں جاؤں اور سفر کون سا پہلے اختیار کروں۔ اس کے متعلق امروز و فردا میں آنمخدوم کی خدمت میں عریضہ حاضر کرنے والا تھا کہ دفعۃً والانامہ نے شرف بخشا، مناسب معلوم ہوا کہ اس کے جواب میں عرض حال کر دیا جائے جو آنمخدوم کی رائے ہو گی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے بالکل تیار ہوں فقط۔

فقیر معین الدین کان اللہ لہ [113]

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیسرے اجلاس لاہور سے قبل اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ۱۸،۱۷/ ستمبر ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس منتظمہ کا خصوصی اجلاس بھی منعقد کیا گیا تھا۔۔۔۔ اس اجلاس

----حواشی---

113 -جماعت شیخ الہند تنظیم اسلامی ص ۵۶،۵۵

میں کیا ہوا اس کی تفصیل معلوم نہیں ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سوم میں امیر الہند کا مسئلہ

بہر حال حضرت شیخ الہندؒ کے انتقال کے بعد یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہو گیا تھا، اور اختلافات کی خلیج تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی تھی، اگلے سال حضرت مولانا سجادؒ نے جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سوم (۱۸/نومبر ۱۹۲۱ء (مطابق ۱۷/ربیع الاول ۱۳۴۰ھ بہ مقام بریڈلاہال لاہور زیر صدارت حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ) میں دوبارہ یہ تحریک پیش فرمائی اور اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کرنے پر زور دیا، ان کا خیال تھا کہ جتنی دیر ہو گی بڑی شخصیات اٹھتی جائیں گی اور یہ مسئلہ مزید مشکل ہوتا چلا جائے گا، لیکن وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، اس اجلاس میں بھی امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز سے تو اتفاق کیا گیا لیکن امیر الہند کے انتخاب کے مسئلہ میں اختلاف رونما ہو گیا۔

بقول مشہور صحافی ملک نصر اللہ عزیز (جو مولانا آزادؒ کے قریب ترین لوگوں میں سمجھے جاتے تھے):

> "۱۹۲۱ء میں جمعیۃ علماء ہند کا جو اجلاس بریڈلاہال لاہور میں ہوا تھا اس موقع پر یہ خبر گرم تھی کہ مولانا ابو الکلام آزاد کو امام الہند مان کر بیعت کی جائے گی۔ لیکن بعد میں کچھ نہ ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ اندرون خانہ دیوبندی علماء میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی اور غیر دیوبندی علماء میں سے مولانا معین الدین اجمیری نے شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی تھی[114]

بالآخر اختلاف کی بنا پر یہ طے کیا گیا کہ انتخاب امیر کے لئے ایک خاص اجلاس طلب کیا جائے، مگر یہ خصوصی اجلاس بھی چند در چند رکاوٹوں کا شکار ہو گیا، اور بہت کم لوگ اس میں شریک ہو سکے، جس کی بنا پر اس مسئلہ کو پھر کسی مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا گیا، اس کی پوری روداد خود حضرت مولانا سجادؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

> "انہوں نے اجلاس جمعیۃ ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور کی، جو زیر

----حواشی---

114- جماعت شیخ الہند ص ۵۵

صدارت حضرت علامہ ابوالکلام صاحب آزاد منعقد ہوا تھا،اوراسی اجلاس میں امیر شریعت کے اصول کو منضبط کرنے اور بعض امور کی تشریحات کے لئے ایک مجلس بنائی گئی ،اوراسی اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک ماہ بعد فوراًایک دوسرا خصوصی اجلاس اس مسودہ کی منظوری اورانتخاب امیر الہند کے لئے منعقد کیا جائے ، مگر جس ہفتہ اجلاس خصوصی تھا،وہی وقت حکومت کے جبر واستبداد کے کامل مظاہرہ اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا، اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب اور دوسرے علماء وغیرہ بھی گرفتار ہوئے اور شاید دشمنان اسلام کی طرف سے جابجا مختلف عنوانوں سے یہ مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہو گیا بات بھی لگتی ہوئی تھی، کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں، جن ارکین کے کانوں تک التواکی غلط آواز پہونچی، انہوں نے قرائن پر قیاس کرکے صحیح سمجھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے ارکان نہ پہونچ سکے، جن کی موجودگی میں اجلاس منعقد ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی بعض حضرات علمائے اکابر و بعض ارکان زعمائے ہند پہونچ گئے تھے، مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب، مولوی احمد صاحب سیکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ، آخران حضرات کا باہمی مشورہ ہوااوراس مجلس نے جو ترتیب مشورہ کے لئے مرتب ہوئی تھی مسودہ مرتب ہوا۔۔ لیکن افسوس کہ حالات نے مساعدت نہ کی اور عملی شکل اس نے اختیار نہیں کی[115]۔

حضرت مولاناسجادؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر امارت ہند کا ایک جامع خاکہ بھی تیار کر لیا تھا، جس کو جمعیۃ علماء ہند نے "مسودہ فرائض واختیارات امیر الشریعۃ فی الہند" مع "مفصل نظام نامہ امیر الشریعۃ" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا، یہ سولہ (۱۶) صفحات کا رسالہ ہے جس میں امیر شریعت کے معیار، اہلیت، اصول عزل ونصب اور دیگر قواعد وضوابط کو بڑی جامعیت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے ،اصطلاحی

----حواشی--

115 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۷،۱۲۶۔

باسمہٖ

مُسَوَّدہ

فرائض و اختیارات

امیر الشریعۃ فی الہند

جس کو

حسب تجویز اجلاس عام جمعیۃ علماء ہند لاہور مجلس ماتحت نے

مرتب کیا

مع

مُفصّل نظامنامہ امیر شریعت

از جناب مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب رکن مجلس مذکور

مولوی عبد الحلیم صدیقی نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند

جمعیۃ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

JAMIATUL ULAMA-E-HIND MEHMUDYA NEW DELHI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسودہ

نظامنامہ

امیر الشریعۃ فی الہند

از جناب مولوی محمد سجاد صاحب

تشریح امیر الہند

(ا)

تمام مسلمانان ہند خصوصًا اہل سنت والجماعت کی سیادت وقیادت و تنفید واجرائے احکام شرعیہ وانتظام والنصرام امور مذہبی کے لئے ایک شخص واحد والی با اختیار (امیر الشریعۃ للہند) ہونا ضروری ہے، جس کا منصب امیر الہند ہوگا، اور اس کی تمام مسلمانوں پر بپابندی اصول مقررہ پیروی لازم ہوگی، اور اس سے انحراف معصیت لیکن اس کے ہر خیال اور ہر عمل کی اتباع ہر شخص کے لئے ضروری نہیں۔

امیر کے لئے حسب ذیل صفات کا ہونا لازمی ہے اور یہی صفات اس کے شرائط ہوں گے،

شرائط امیر الہند

الف۔ مسلم مرد عاقل بالغ آزاد ہو،

ب۔ عالم باعمل ہو یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی اور حقائق وغیرہ کا معتد بہ علم رکھتا ہو، نیز اغراض ومصالح شریعت اسلامیہ وعلم الفقہ وغیرہ سے واقف ہو، اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا اس کا شیوہ ہو،

القاب کی تشریحات بھی کی گئی ہیں، یہ مسودہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۱ء میں تیار کیا گیا تھا اور ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوا۔

کل ہند امارت شرعیہ کے قیام میں رکاوٹیں

غرض حضرت مولانا سجادؒ کی ہر ممکن کوشش کے باوجود کل ہند امارت شرعیہ کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا ، مولاناؒ نے اس کے بعض اسباب اور رکاوٹوں پر بھی روشنی ڈالی ہے:

☆اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء کے درمیان فروعی اختلافات کی خلیج تھی ، حضرت مولانا سجادؒ کے ایک مکتوب میں اس کی طرف اشارہ ہے:

"وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا"[116]

☆اورانہی اختلافات نے امیر شریعت کے بارے میں یہ غلط تصور پیدا کیا کہ امیر کی اطاعت مسلکی معاملات میں بھی کرنی پڑے گی،اور علمی مسائل میں بھی اس سے اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی،اپنے اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جو چیز ہمارے محترم علماء و مشائخ کو اس امر کی طرف اقدام کرنے سے روکتی ہے اور باوجود اقرار وجوب و تحقق ضرورت اس امر کے انجام دینے میں سخت متردد و متفکر بنادیتی ہے اور مشکلات کا پہاڑ ان کے سامنے کھڑا کردیتی ہے،وہ صرف ایک غلط تخیل ہے کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود ہوں گے ،اتباع و اطاعت کی کوئی حد نہ ہوگی،امیر مطلق العنان ہوگا،اوراس لئے امیر جس خیال و مشرب کا ہوگا،اسی کے مطابق احکامات نافذ کرے گا جس کی اتباع تمام لوگوں پر شرعاً واجب ہوگی،ورنہ بصورت عدم اتباع نقض بیعت ہوگی،جو بدترین معصیت ہے اوراگر اپنی تحقیق کے خلاف اس صورت میں اتباع کی جائے تو تدین کے خلاف ،یہی خطرات ہیں جو اس بارے میں اکثر حضرات کے دلوں میں گذرتے ہیں۔

----حواشی--

116 ۔مکاتیب سجاد ص ۱۳۔

بیشک اگر امیر ایسا مطلق العنان ہوتو ہر ایک ذی علم اور متدین شخص کے یہ شبہات اپنے مقام پر بہت صحیح ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ امیر کے اختیارات محدود ہونگے وہ نہایت مدبر مصالح شریعت سے واقف ہو گا،یعنی وہ مسائل متفقہ منصوصہ کونافذ کرے گا،۔۔۔فروعی اور مختلف فیہ مسائل کے اجراء و تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو گا، کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔ مختلف فیہ مسائل کی بحث و تحقیق کو نہیں روکے گا،لیکن جنگ وجدال اور فساد کورفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے گا۔

اس کا ہر عمل اور ہر خیال تمام فرق اسلامیہ کے لئے واجب الاتباع نہیں ہو گا،جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بناپر اس مسئلۂ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے،توکوئی حرج نہیں،وہ عالم ہر گز مستحق طعن نہیں اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے،۔۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کتنے مسائل ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عمرؓ کے خلاف تھے، کتنی جزئیات ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمانؓ کے موافق نہ تھے،توکیا آج تک کسی نے اس کو نقض بیعت سمجھا ،یاان پر طعن کیاگیا اور کیا اس فروعی مخالفت کی وجہ سے ان حضرات نے دوسرے اجتماعی احکامات میں امیر کی اتباع وانقیاد سے روگردانی کی؟ ہر گز نہیں"[117]

☆حضرت مولاناسجادؒنے اپنے خطبۂ صدارت میں کچھ اور موانع کا بھی ذکر کیاہے مثلاً تحریر فرماتے ہیں:

"شاید اس تعویق اور تاخیر میں یہ مصلحت ہو کہ اس وقت ہندوستان کے بہت سے ارباب حل وعقد، علماء وغیرہ قید خانوں میں محبوس تھے،اس لئے امارت کے قیام و استحکام کے لئے ان اصحاب کے باہر آجانے کی ضرورت تھی، تاکہ تمام یا اکثر ارباب

۔۔۔۔حواشی۔۔

117 -مکاتیب سجادص ۱۰ تا ۱۲۔

حل وعقد علماء وغیر علماء غور وفکر کے بعد ایک مضبوط بنیاد پر اس کو قائم کریں، کیونکہ اس کی بنیاد توانسانی قلوب کی زمین پر ہوتی ہے نہ کہ مٹی کے ڈھیر یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر، اوراس کا حصار واسلحہ خانہ تو صرف حقیقی ایمان ہے نہ کہ توپ وتفنگ، اس لئے کہ قلوب کے انشراح کی ضرورت ہے اورانشراح کامل شاید کچھ سکون ہی کی حالت میں ہوسکتا ہے بشرطیکہ تدبر وتفکر سے کام لیا جائے[118]

صوبہ وار امارتیں قائم کرنے کی تجویز منظور

بعد کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"بعدہ کچھ ایسے واقعات وحوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقع نہیں ملا، اس بناپر جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس اجمیر میں یہ غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ ہند کے قیام میں چونکہ بہ ہمہ وجوہ متعددہ تعویق ہے اس لئے جب تک صوبہ وار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز کے ذریعہ ان کو ہدایت دی کہ جلد از جلد صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کریں مگر اکثر صوبوں کے ناظمین اس دور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمہ دار تھے، اس لئے غالباً اس تجویز پر عمل نہ کرسکے"[119]۔

امارت شرعیہ بہار کی بنیاد

اس تجویز کے مطابق ہندوستان کے کسی صوبہ میں توکوئی پیش رفت نہ ہوسکی، البتہ اس تجویز نے حضرت مولانا سجادؒ کے لئے کم ازکم صوبہ بہار میں امارت شرعیہ کے قیام کی راہ آسان کردی، اوراس طرح بہار کو وہ اولیت حاصل ہوئی جو کسی صوبہ کے حصہ میں نہیں آئی، مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب ایم اے بی ایل آرگنائزر محکمۂ دیہات سدھار بہار لکھتے ہیں کہ:

----حواشی---

118 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۷، ۱۲۸۔

119 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مرادآباد ص ۱۲۷، ۱۲۶۔

"آئندہ مؤرخ کا قلم برسوں ان موشگافیوں میں مبتلا رہے گا کہ امارت شرعیہ کا محرک اصلی کون تھا؟ اور ہندوستان میں امارت شرعیہ کا مستقل قیام کیوں وجود پذیر نہ ہوسکا، اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم کی عظیم شخصیت کے باوجود بھی امارت شرعیہ ہندیہ کا نظام نامہ مستقل لائحۂ عمل اختیار نہ کرسکا، نیز یہ کہ امام الاحرار حضرت مولاناؒ کی تحریک قیام امارت شرعیہ صوبۂ بہار میں کیونکر بارآور ہوئی، اور خود امام الاحرار بنگال میں جوان کا آج تک مستقر ہے، صوبۂ متحدہ میں جہاں لکھنؤ کے فرنگی محل سے سراج منیر کی جھلک آرہی تھی، اور دہلی میں جہاں ان کا وطن تھا، اور پنجاب میں جہاں کے مسلمان آج بھی دعوائے قیادت اسلام رکھتے ہیں، امارت شرعیہ کا نظام قائم نہ ہوسکا، اور پھر یہ سبب بھی لائق تفتیش ہوگا کہ بہار ایسے صوبے میں جو اسلامستان ہند میں پست ترین صوبہ سمجھا جاتا ہے کن کمزور ہاتھوں نے امارت شرعیہ کا نظام قائم کردیا، جو آج بھی تمام خامیوں کے باوجود حیرت نگاہ بنا ہوا ہے، اور جس نے مسلمانان ہند کے سامنے ہمیشہ مذہبی، سیاسی نقطۂ نگاہ و پیرایۂ عمل کو بار بار تجربہ کرکے لائق تقلید بنادیا"[120]۔

بہر حال حضرت مولانا سجادؒ کے منصوبہ ساز ذہن نے یہ پروگرام بنایا کہ جس طرح جمعیۃ علماء ہند کے قیام میں برسوں علماء اور قائدین پس و پیش میں مبتلا رہے، لیکن جب ان کے عزم و ہمت سے بہار میں جمعیۃ علماء قائم ہوگئی تو اس نمونے نے پورے ملک میں مہمیز کا کام کیا اور اس کی روشنی میں چند برسوں کے اندر جمعیۃ علماء ہند بھی قائم ہوگئی، مولاناؒ نے امارت شرعیہ کے لئے بھی یہی خطوط متعین فرمائے، اور بہار میں امارت شرعیہ کے قیام کا عزم فرمالیا۔ اس کا اظہار خود انہوں نے اپنے اس مکتوب میں کیا ہے جو آپ نے قیام امارت کے دعوت نامہ کے طور پر علماء و مشائخ بہار کے نام لکھا تھا:

"غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ جس زمانہ میں جمعیۃ علماء بہار جن اغراض و مقاصد کو لے

----حواشی--

120 - محاسن سجاد ص ۷۷۔

کر قائم ہوئی وہ سرزمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیت تھی، اس وقت علماء کرام اقدام سے گھبراتے تھے، حتیٰ کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علماء پس وپیش میں مبتلا تھے، مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام وجرأت کا کیا نتیجہ برآمد ہوا کہ آخر میں اس تین سال میں انہی مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیۃ علماء قائم ہوگئی، اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا کس طرح کافور ہوگیا، پس اسی طرح بہت ممکن ہے کہ بلکہ ظن غالب ہے کہ صوبۂ بہار میں اسی کام کے انجام پانے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آئے گا، اور جس طرح جمعیۃ علماء ہند بعد میں قائم ہوئی، اسی طرح امیر الہند بھی آخر میں نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہوجائے گا"[121]

جمعیۃ علماء بہار کے اجلاس دربھنگہ میں قیام امارت کا فیصلہ

حضرت مولانا سجادؒ نے پٹنہ پہونچ کر پہلے انفرادی طور پر متعدد علماء ومشائخ سے گفتگو کی اور پھر رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کی میٹنگ پھلواری شریف میں طلب کی، اس میٹنگ میں امارت شرعیہ کے عملی اقدامات کے لئے کئی اہم تجاویز منظور کی گئیں، جن کا حاصل یہ تھا:

"۱۳۳۹ھ (جمعیۃ علماء بہار کا) اجلاس سوم بمقام دربھنگہ منعقد ہو اور اس اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو تکلیف دی جائے اور مولانا عبدالحمید صاحب دربھنگہ (ناظم مدرسہ حمیدیہ) کی دعوت قبول کی جائے، کہ جمعیۃ علماء بہار کا تیسرا اجلاس عام دربھنگہ میں ہو"[122]

-----حواشی---

121 - مکاتیب سجاد ص ۱۳، ۱۴ جمع وترتیب: مولانا محمد ضمان اللہ ندیمؒ، وتصحیح وتقدیم: قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، شائع کردہ: امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۹۹۹ء۔

122 - تاریخ امارت ص ۵۸۔

چنانچہ دربھنگہ میں جمعیۃ علماء بہار کا اجلاس عام بتاریخ ۲۳، ۲۴/ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲، ۳/ مئی ۱۹۲۱ء پورے شان وشکوہ کے ساتھ منعقد ہوا، داعی اجلاس مولانا عبد الحمید صاحب اور صدر استقبالیہ مولانا مقبول احمد صاحب کی مخلصانہ اور پر جوش تگ ودو کی بدولت جلسہ بہت کامیاب رہا، البتہ مولانا ابو الکلام آزادؒ ناگہانی علالت کے سبب تشریف نہ لا سکے، اس لئے باتفاق رائے جلسہ کی صدارت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ (جو بعد میں امیر شریعت ثانی ہوئے) نے کی، اس اجلاس میں باتفاق رائے درج ذیل تجویز منظور کی گئی کہ:

"جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار واڑیسہ کے محکمۂ شرعیہ کے لئے ایک عالم اور مقتدر شخص کا امیر ہونا انتخاب کیا جائے، جس کے ہاتھ میں تمام محاکم شرعیہ کی باگ ہو اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہو، نیز تمام علماء ومشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت وحفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں، یہ بیعت سمع وطاعت ہو گی، جو بیعت سلسلۂ طریقت کے علاوہ ایک ضروری اور اہم چیز ہے، یہ جمعیۃ متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمۂ شرعیہ کے لئے ایک خاص اجلاس علماء بہار کا بہ مقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے"[123]۔

اجلاس تاسیس امارت کے لئے دعوت نامہ (مکتوب) جاری

اس تجویز کے مطابق انتخاب امیر کے لئے بانکی پور پٹنہ میں جمعیۃ علماء بہار کے ایک اجلاس خاص کی تاریخ ۱۸، ۱۹/ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ روز شنبہ ویکشنبہ مطابق ۲۵، ۲۶/ جون ۱۹۲۱ء مقرر کی گئی، ایک مضبوط مجلس استقبالیہ کا قیام عمل میں آیا، حضرت مولانا سید شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ صدر مجلس استقبالیہ، جناب حکیم عبد الحی صاحب پروفیسر طبیہ کالج پٹنہ ناظم، اور مولانا اعتماد حسین صاحب امام مسجد لون پٹنہ خازن منتخب ہوئے، اور اجلاس خصوصی کی صدارت کے لئے حضرت مولانا ابو الکلام

----حواشی--

123 - حسن حیات ص ۱۳۳☆ تاریخ امارت ص ۵۹، ۵۸۔

آزادؒ کا اسم گرامی منظور ہوا[124]، اور مفکر اسلام حضرت مولانا سجادؒ نے بحیثیت ناظم جمعیۃ علماء بہار دفتر جمعیۃ علماء بہار مدرسہ انوار العلوم گیا بہار سے علماء و مشائخ بہار کے نام دعوت نامہ جاری فرمایا، جس میں قیام امارت کی شرعی ذمہ داری اور امیر شریعت کی اہلیت و معیار اور قیام امارت کے سلسلے میں بعض شبہات اور موانع پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی گئی، اس پر ۶/ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ (مطابق ۱۳/ جون ۱۹۲۱ء) کی تاریخ درج ہے، یہ آٹھ (۸) صفحات کا تفصیلی مکتوب ہے جو "العدل پریس" بانکی پور مرادپور پٹنہ سے شائع ہوا، حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ کی "تاریخ امارت" میں بھی یہ مکمل مکتوب موجود ہے، بعد میں جب امارت شرعیہ پٹنہ سے "مکاتیب سجاد" شائع ہوئی تو اس میں اس مکتوب کو بھی شامل کیا گیا، البتہ مکاتیب سجاد میں مکتوب کی تاریخ اور مقام کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح مکتوب میں اجلاس جمعیۃ علماء بہار دربھنگہ کی تجویز کا حوالہ دیا گیا تھا، وہ بھی مذکور نہیں ہے، نیز حضرت مولاناؒ کے نام کے ساتھ "ناظم جمعیۃ علماء بہار" کا لاحقہ بھی موجود نہیں ہے، مکاتیب سجاد میں یہ مکتوب آٹھ (۸) کے بجائے دس (۱۰) صفحات میں ہے اور ترتیب کے لحاظ سے پہلا مکتوب یہی ہے۔

حضرت مولانا سجادؒ کا تاریخی مکتوب

اس مکتوب کا آغاز دعوت نامہ کے مضمون سے ہوا ہے، پھر امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت اور عہد حاضر میں اس کی ضرورت و اہمیت کی طرف قلم کا رخ پھر گیا ہے، اس کے بعد تاریخی پس منظر کے حوالے سے ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان پر علمی بحث کی گئی ہے، اس راہ کی دشواریوں کا بھی ذکر ہے، شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے، امیر شریعت کے معیار و اہلیت اور طریق انتخاب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، غرض یہ پورا مکتوب امارت شرعیہ کے مباحث میں علمی اور دستوری شاہ کلید کی حیثیت رکھتا ہے، اور حضرت مولانا سجادؒ کے فکر عمیق اور سوز دروں کا عکاس ہے، یہ پورا خط دل کی آنکھوں سے پڑھنے اور آب زریں سے لکھنے کے لائق ہے، اس لئے باوجود طویل ہونے کے اس کو مکمل نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اصل مکتوب کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:

----حواشی---

[124] - تاریخ امارت ص ۵۹۔

نمبر ۲۹۲

دفتر جمعیۃ علماء بہار
مقام گیا
محررہ ۶ شوال

محترمی! زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کو جمعیۃ علمائے بہار کے غیر معمولی اجلاس کی شرکت کی دعوت نہایت خلوص کے ساتھ دیتا ہوں۔ اور جس اہم مقصد کی غرض سے خاص اجلاس قرار پایا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مختصراً شرعی حیثیت سے اپنے خیالات ظاہر کردوں۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق جس قدر شکوک و اوہام ہیں۔ زائل ہو جائیں۔

جناب اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت سے یقیناً باخبر ہوں گے کہ جب مسلمانوں کے بلاد پر کفاروں کا استیلاء و غلبہ ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نظام شرعی کے قیام و بقا کے لئے مسلم والی (امیر محکمہ شرعیہ) منتخب کریں۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ گزرا کہ مسلمانان ہند پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے۔ یعنی جب سے حکومت اسلامیہ کا زوال سرزمین ہند سے ہوا۔ لیکن غفلت، تساہل، باہمی تخالف یا عدم مساعدت اسباب کی وجہ سے مسلمانوں نے اس اہم فریضہ کی

حضرت مولانا سجادؒ کا مکتوب دعوت جو تاسیس امارت شرعیہ کے لئے دفتر جمعیۃ علماء بہار سے جاری کیا گیا۔

(صفحۂ اول) بشکریہ حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام صوبہ کے ہر عالم اور ہر شیخ طریقت کا وقت انتخاب موجود رہنا یا کل کا اتفاق کرنا بھی ضروری نہین خلیفہ اول کا انتخاب آپ کے پیش نظر ہے کہ بغیر موجودگی تمام ارباب حل وعقد انتخاب عمل مین آیا اور اس کی بیعت پر اجماع ہوا بلکہ تمام اہل مدینہ وبلاد اسلامیہ مین انتخاب کئے جانے کا اعلان بھی نہین ہوا تھا لہٰذا جمعیت کے اعلان عام ودعوت خاص کے بعد جس قدر بھی علما ومشائخ تاریخ مقررہ پر مجتمع ہو کر انتخاب فرمائین گے بشرعاً وہ بالکل درست ہوگا اور بقیہ حضرات پر تسلیم وانقیاد واجب ہوگا البتہ یہ ضروری ہوگا کہ چیدہ چیدہ علما کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی جن سے مشاورت کے بعد باصول شریعت امیر فیصلہ کریگا احکامات جاری ونافذ کریگا جس کی نظیرین قرون اولیٰ کے اندر موجود رہین۔

محترما! اب آخر مین مکرر جناب سے گذارش ہے کہ ان جمیع معروضات کو غور سے مطالعہ فرمایئے اور جو شرائط ومعیار امارت مین نے عرض کئے ہین اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو اسی معیار کے مطابق ہمارے صوبہ مین سے جن حضرات کو آپ اہل سمجھتے ہون اور بہتر سمجھتے ہون مہربانی فرما کر ان سے بھی استمزاج کر کے آپ تشریف لائین اور اس معیار کے علاوہ اس سے کوئی بہتر معیار نظر بہ حالات حاضرہ باصول شریعت جناب کے خیال مین آئے تو شوال المعظم ۱۳۳۹ھ تک مجکو مطلع فرمائین وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب

فقط والسلام مع الاکرام

الملتمس

خادمکم ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ ناظم جمعیت علماء بہار

مطبوعہ العدل پریس بانکیپور پٹنہ

دعوت نامہ کا آخری صفحہ

دفتر جمعیۃ علماء بہار- مقام گیا

محررہ ۶ / شوال المکرم

محترمی! زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کو جمعیۃ علمائے بہار کے غیر معمولی اجلاس کی شرکت کی دعوت نہایت خلوص کے ساتھ دے رہا ہوں اور جس اہم مقصد کی غرض سے خاص اجلاس قرار پایا ہے میں نہایت مناسب سمجھتا ہوں، کہ اس کے متعلق مختصراً شرعی حیثیت سے اپنے خیالات ظاہر کردوں تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے، اوراس مسئلہ کے متعلق جس قدر شکوک واوہام ہیں زائل ہوجائیں۔

جناب اس مسئلہ کی ضرورت واہمیت سے یقیناً باخبر ہونگے کہ جب مسلمانوں کے بلاد پر کفار کا استیلاء وغلبہ ہوجائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نظام شرعی کے قیام و بقاکے لئے مسلم والی (امیر محکمہ شرعیہ) منتخب کریں۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ گذرا کہ مسلمانان ہند پر یہ فرض عائد ہوگیا ہے یعنی جب سے حکومت اسلامیہ کا زوال سرزمین ہند سے ہوا، لیکن غفلت وتساہل، باہمی تخالف یا عدم مساعدت اسباب کی وجہ سے مسلمانان ہند نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی جس کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔۔ کیا آج مسلمانان ہند کی زندگی باہمہ زہدو تقویٰ حقیقتاً ایک غیر شرعی اور جاہلیت کی زندگی نہیں ہے؟ ہم نے شخصی اوراجتماعی زندگی ونیز ان کے احکام کی طرف کبھی توجہ نہیں کی، ان سب کی اہمیت کو کبھی مد نظر نہیں رکھا، ہم نے صرف اداکاریٔ فرائض شخصی کو بغیر تنظیم شرعی سعادت عظمیٰ سمجھا اور باعث نجات، جو ایک طرح پر رہبانیت ہے اور معبر بجاہلیۃ۔

اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ہم سے آج تک جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے عند اللہ کوئی عذر معقول نہیں ہے، آپس کی جنگ وجدل، فروعی

اختلافات کا ہونا، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام بخاریؒ، یا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے امثال ونظائر کا فقدان عذر غیر مقبول ہے، اور مسقط وجوب نہیں، کمالا یخفیٰ۔۔ کیونکہ اول الذکر شےء اختیاری اور خود ساختہ ہے اور ثانی الذکر کے غیر معتبر ہونے کے لئے نظیر سلف موجود کہ امامت عظمٰی کی شرائط میں بھی حسب ضرورت تنزل اختیار کیا گیا، مگر یہ صورت اختیار نہیں کی گئی کہ بصورت فقدان جامع الشرائط اصلی وجوب انعقاد وامامت ساقط ہے، پس جب کہ آج ہم لوگوں کو تنبہ ہو گیا ہے اور توفیق اللہ جل شانہ نے بھی مساعدت کی ہے تو اب فریضہ کی ادائیگی میں ادنیٰ تساہل بھی بدترین جرم ہے، اور بالخصوص بہ نظر حالات موجودہ اور حوادث لاحقہ جو غالباً بہت جلد ظہور پذیر ہوں، اب اس کا موقع بھی باقی نہیں ہے کہ کچھ اور تاخیر کی جائے، بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اس اہم امر کو فوراً انجام دیتے ہوئے اس تیزی سے قدم اٹھائیں کہ برسوں کی مسافت مہینوں اور مہینوں کی دنوں اور دنوں کی لمحوں میں طے پا جائے ورنہ یاد رکھئے کہ اگر خدانخواستہ آج بھی ہماری جماعت کے تنافس وتفاخر کا پہاڑ، فروعی اختلافات کی خلیج اس راہ میں حائل ہوئی تو سر زمین ہند میں جو آج ہماری حالت ہو رہی ہے، اس سے بھی بدتر ہو جائے گی، اور ہمارے علماء ومشائخ کی یہ محترم جماعت اپنے طرز عمل سے تمام دنیا پر ثابت کر دے گی کہ ان میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، اور پھر اس جماعت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اصلاح امت ووراثت ابنیاء کے دعوؤں سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہو جائے، اور جرأت کر کے نہایت صفائی کے ساتھ اعلان عام کر دے کہ ہم میں امت کی رہبری کی صلاحیت نہیں، اپنا رہنما کسی اور کو تلاش کرے۔

محترما! جناب کو معلوم ہے کہ امت کی ہدایت اور اس کی فلاح وبہبود کا خیال، نظام شرعی کا قیام وبقا وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں عند اللہ کس جماعت پر عائد ہوتی ہیں؟

علماء کرام وذی علم مشائخ صوفیائے عظام پر اور صرف انہیں پر، کہ یہی حضرات قدرتاً اور من اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قائد ہیں رہنمائی کی تمام تر ذمہ داری انہی حضرات کے سر ہے۔ یہی حضرات شرعاً ارباب حل وعقد ہیں، اس لئے اس اہم امر کا بحسن وخوبی انجام دینا بھی صرف انہی کا کام ہے، اور اس کے لئے جس قدر بھی ایثار و قربانی کی ضرورت ہو اور مشکلات کا سامنا پڑے، نہایت دلیری کے ساتھ برداشت کرنی چاہئے اور میرے نزدیک تو یہ مسئلہ نہایت سہل الحصول ہے، صرف اپنے ذاتی اغراض اور شخصیت کو قربان کرنا ظنون فاسدہ واوہام کاسدہ کا دور کرنا کافی ہے، پھر خدا اور اپنے دین اسلام کے لئے ایک متحدہ مقصد میں متفق الخیال والعمل ہونا چاہئے ۔۔ جو چیز ہمارے محترم علماء ومشائخ کو اس امر کی طرف اقدام کرنے سے روکتی ہے اور جو باوجود اقرار وجوب و تحقیق ضرورت اس امر کے انجام دینے میں سخت متردد ومتفکر بنادیتی ہے اور مشکلات کا پہاڑ ان کے سامنے کھڑا کردیتی ہے وہ صرف ایک غلط تخیل ہے کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود ہونگے، اتباع واطاعت کی کوئی حد نہ ہوگی، امیر مطلق العنان ہوگا، اور اس لئے امیر جس خیال ومشرب کا ہوگا اسی کے مطابق احکامات نافذ کرے گا، جس کی اتباع تمام لوگوں پر شرعاً واجب ہوگی، ورنہ بصورت عدم اتباع نقض بیعت ہوگی، جو بدترین معصیت ہے اور اگر اپنی تحقیق کے خلاف اس صورت میں اتباع کی جائے تو تدین کے خلاف، یہی خطرات ہیں، جو اس بارے میں اکثر حضرات کے دلوں میں گذرتے ہیں۔ بے شک اگر امیر ایسا مطلق العنان ہو تو ہر ایک ذی علم اور متدین شخص کے یہ شبہات اپنے مقام پر بہت صحیح ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ:

۱- امیر کے اختیارات محدود ہونگے، وہ نہایت مدبر، مصالح شریعت سے واقف ہوگا یعنی مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا۔

۲- مقاصد ومسائل اعلاء کلمۃ اللہ پر ہمیشہ نگاہ رکھے گا، اور ان کے متعلق خصوصیت

کے ساتھ احکامات نافذ کرتا رہے گا۔

۳-وہ ایسے احکامات نافذ کرے گا جس سے بلاامتیاز فرق تمام امت مسلمہ کی فلاح وبہبود متصور ہو۔

۴-فروعی ومختلف فیہ مسائل کے اجراء اور تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو گا کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔

۵-مختلف فیہ مسائل کے بحث وتمحیص کو نہیں روکے گا، لیکن جنگ وجدال اور فساد کو دفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے گا۔

۶-اس کا ہر عمل اور ہر خیال تمام فرق اسلامیہ کے لئے واجب الاتباع نہیں ہو گا، جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بنا پر اس مسئلۂ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں وہ عالم ہر گز مستحق طعن نہیں، اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کتنے مسائل ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عمرؓ کے خلاف تھے، کتنی جزئیات ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کے موافق نہ تھے، تو کیا آج تک کسی نے اس کو نقض بیعت سمجھا یا ان پر طعن کیا گیا، اور کیا اس فروعی مخالفت کی وجہ سے ان حضرات نے دوسرے اجتماعی احکامات میں امیر کی اتباع وانقیاد سے روگردانی کی؟ ہر گز نہیں۔ پس آج کس قدر ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ان مسائل کو جانتے ہیں لیکن محض ظنون واوہام کی بنا پر ایک اہم الواجبات کی ادائیگی میں پس وپیش کرتے ہیں۔

محترما! اگر ہماراایمان ہے ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین اور ہم اصلاح وحیات امت کی ذمہ داری اپنے سر سمجھتے ہیں، تو پھر ہمیں اس فریضہ کی ادائیگی میں ہر گز پس وپیش نہ کرنا چاہئے اور اپنی ذات وایمان پر اعتماد رکھتے ہوئے توکلاً علی اللہ فوراً اس کام کو انجام دینا چاہئے۔ چنانچہ بعد غور وخوض بحمد اللہ جمعیۃ علماء بہار اس کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہوئی، اور بتاریخ

۲۴/ شعبان ۱۳۳۹ھ بمقام دربھنگہ جمعیۃ کے تیسرے سالانہ اجلاس میں اس مسئلہ کے متعلق مندرجہ ذیل تجویزیں بالاتفاق منظور ہوئیں۔(اس کے بعد وہی تجویز نقل کی گئی ہے جو اوپر اجلاس دربھنگہ کے ضمن میں آچکی ہے)اور اسی لئے بتاریخ ۸، ۹/ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ روز شنبہ ویکشنبہ مطابق ۲۵،۲۶/ جون ۱۹۲۱ء بمقام بانکی پور حسب مشورہ ارکان جمعیۃ علماء بہار کا ایک غیر معمولی اجلاس ہونا قرار پایا ہے، جناب سے نہایت خصوصیت کے ساتھ گذارش ہے کہ وقت کی نزاکت اور ضرورت کی اہمیت کا خیال فرما کر ضرور بالضرور اس اجلاس میں شرکت کی تکلیف گوارا فرمائیں محترما! اس مسئلہ کے متعلق فطرتاً دو سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب دیدینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

اول یہ کہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں صوبۂ بہار ہی سب سے پہلے اس طرف کیوں قدم اٹھاتا ہے اور امیر الہند کا مسئلہ اولاً کیوں نہیں طے ہوتا ہے؟

دوم یہ کہ موجودہ وقت میں اس صوبہ کے امیر کے لئے کیا کیا شرائط ہونا چاہئے، انتخاب کن اصولوں پر ہوگا؟ امیر کا طریق کار کیا ہوگا؟

اول کا جواب یہ ہے کہ انسب تو یہی تھا کہ سب سے پہلے امیر الہند کا انتخاب ہوتا بعدہ امیر صوبہ کا تعین و تقرر، لیکن مسلمانان ہند کی بدقسمتی کو کیا کیجئے کہ وہ ابھی اصل مرکز کے بنانے کو تیار نہیں، ایسی صورت میں سوائے اس کے چارۂ کار نہیں کہ صوبہ وار امیروں کا انتخاب کرلیا جائے کیونکہ ہندوستان کا تساہل ہمارے لئے عذر نہیں ہوسکتا، ہندوستان کی معصیت ہمارے عصیاں پر قائم رہنے کی حجت نہیں ہوسکتی ،کیا جناب کو معلوم نہیں یہ حکم مستقلاً ہر بلد پر عائد ہے اور اس مسئلہ کو فقہاء کرام نے صرف ملک ہی تک محدود نہیں رکھا ہے، غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ جس زمانہ میں جمعیۃ علماء بہار جن اغراض و مقاصد کو لے کر قائم ہوئی، وہ سرزمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیۃ تھی، اس وقت علماء کرام اقدام سے گھبراتے تھے، حتیٰ کہ خود ہمارے

صوبہ کے بہتیرے علماء پس و پیش میں مبتلا تھے، مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام وجرأت کا کیا نتیجہ بر آمد ہوا، کہ آخر اس تین سال میں انہی مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیۃ علماء قائم ہو گئی، اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا، کس طرح کافور ہو گیا، پس اس طرح بہت ممکن ہے بلکہ ظن غالب ہے کہ صوبہ بہار میں اس کام کے انجام پانے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آجائے گا، اور جس طرح جمعیۃ علماء ہند بعد میں قائم ہوئی اور اسی طرح امیر الہند بھی آخر میں نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہو جائے گا۔

امر دوم کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ کام شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے انجام دینا ہے، اس لئے ہر پہلو کا لحاظ ضروری ہے پس اس قحط الرجال کے زمانہ میں اغراض و مقاصد شریعت کو مد نظر رکھ کر میرے نزدیک جن شرائط کے ساتھ امیر کا انتخاب ہونا چاہئے، وہ حسب ذیل ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ بھی پسند کریں گے:

۱- عالم با عمل صاحب فتویٰ جس کا علمی حیثیت سے زمرۂ علماء میں ایک حد تک وقار و اثر ہو، تاکہ علماء کرام اس کے اقتدار کو تسلیم کریں، اور صاحب بصیرت ہو تاکہ نہایت تدبیر کے ساتھ احکامات نافذ کرے۔

۲- مشائخ طریقت میں بھی صاحب وجاہت ہو، اور اس کے حیطۂ اثر میں اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی ایک معتدبہ جماعت اس حیثیت سے موجود ہو کہ عوام و خواص اس کے اثر سے متأثر ہوں، اور تنظیم شرعی و اجتماعی قوت جلد سے جلد پیدا ہو سکے۔

۳- حق گوئی و حق بینی میں نہایت بے باک ہو اور کسی مادی طاقت سے متأثر و مرعوب ہونے کا بظاہر اندیشہ نہ ہو۔

۴- مسائل حاضرہ میں بھی ایک حد تک صاحب بصیرت ہو اور تدبیر کے ساتھ کام کر رہا ہو، تاکہ ہمارا کام بحسن و خوبی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔

۵-لاپروائی اور خودرائی کے مرض سے پاک ہو۔

میرے نزدیک اسی قدر شرائط موجودہ وقت میں مع لحاظ احکام شریعت بہت کافی ہیں، بلکہ یہ وہ معیار ہے جس کی بناپر شاید صوبہ ہٰذا میں دو ہی ایک آدمی مل سکتے ہیں ،ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ شرائط اجتہاد عرصہ مدید سے امام اور مفتی کے لئے بھی (مجبوراً) غیر ضروری قرار پاچکے ہیں۔

☆اب رہا اصول انتخاب تو ظاہر ہے کہ یہ کام شرعاً ارباب حل وعقد کا ہے، جس کے مصداق علماء کرام وذی علم مشائخ ہیں اور یہ حق شرعاً انہیں کو حاصل ہے اس کے بعد عوام کا فرض انقیاد واتباع ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام صوبہ کے ہر عالم اور ہر شیخ طریقت وکل ارباب حل وعقد کا وقت انتخاب موجود رہنا یا کل کا اتفاق کرنا بھی ضروری نہیں ، خلیفۂ اول کا انتخاب آپ کے پیش نظر ہے، کہ بغیر موجودگی تمام ارباب حل وعقد انتخاب عمل میں آیا اور اس کی صحت پر اجماع ہوا، بلکہ تمام اہل مدینہ وبلاد اسلامیہ میں انتخاب کئے جانے کا اعلان بھی نہیں ہوا تھا۔ پس جمعیۃ کے اعلان عام ودعوت خاص کے بعد جس قدر بھی علماء ومشائخ تاریخ مقررہ پر مجتمع ہو کر انتخاب فرمالیں گے، شرعاً وہ بالکل درست ہو گا اور بقیہ حضرات پر تسلیم وانقیاد واجب۔

☆طریق کار امیر کا یہ ہو گا کہ چند چیدہ چیدہ علماء کی ایک مجلس شوریٰ ہو گی، جن سے مشاورت کے بعد باصول شریعت امیر فیصلہ کرے گا، اور احکامات جاری کرے گا، جن کی نظیریں قرون اولیٰ کے اندر موجود ہیں۔

محترما! اب آخر میں مکرر جناب سے گذارش ہے کہ ان جمیع معروضات کو غور سے مطالعہ فرمایئے، اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو اسی معیار کے مطابق ہمارے صوبہ میں جن حضرات کو آپ اہل سمجھتے ہوں اور بہتر سمجھتے ہوں، مہربانی فرما کر ان سے بھی استمزاج کر کے آپ تشریف لائیں، اور اس معیار کے علاوہ اس سے کوئی بہتر

معیار نظر بہ حالات حاضرہ باصول شریعت جناب کے خیال میں آئے تو ۱۴/ شوال المعظم ۱۳۳۹ھ تک مجھ کو مطلع فرمائیں۔ وماتوفیقی الاباللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب فقط والسلام مع الاکرام ۔

الملتمس

خادمکم ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

ناظم جمعیۃ علماء بہار"[125]

دعوت نامہ کا استقبال

حضرت مولانا محمد سجادؒ کے اس مدلل مکتوب کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کے الفاظ میں:

"مولانا کا یہ مکتوب صاعقۂ حق تھا کہ جس نے شبہات کے خرمن کو جلادیا، اعلاء کلمۂ حق تھا جس نے خشیت رکھنے والے دلوں کو کپکپادیا، پیمبرانہ صدائے حق کے اسوۂ حسنہ کی اتباع تھی، جس میں صفائی کے ساتھ بلاخوف لومۃ لائم علماء اور صوفیاء اور تمام ذمہ داروں کو متنبہ کردیا گیا"[126]

ہر طرف سے اس دعوت نامہ کا استقبال کیا گیا اور علماء ومشائخ نے اس کے مثبت جوابات دیئے، یہاں بطور نمونہ بہار کی تین (۳) مشہور شخصیات کے جوابات نقل کئے جاتے ہیں:

حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کا جواب

☆اس دعوت نامہ کا سب سے پہلا جواب خانقاہ رحمانی مونگیر اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

----حواشی--

125 - تاریخ امارت ص ۶۱ تا ۷۱ ☆ مکاتیب سجاد ص ۷ تا ۱۶۔

126 - تاریخ امارت ص ۷۱

کے بانی، قطب العالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (۱۸۴۶ء - ۱۹۲۷ء)[127] کی جانب سے موصول ہوا، مولانا عبد الصمد رحمانیؒ صاحب کا بیان ہے کہ:

"مولانا کا خط جب مونگیر پہونچا اور آپ کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بے تاب ہو گئے، اور فوراً اپنے نواسہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمانی کو طلب فرمایا اور جواب لکھوایا اور اپنے دست خاص سے باوجود ضعف و نقاہت کے دستخط فرمائے، جو دفتر

----حواشی---

127 - حضرت مولانا سید شاہ محمد علی کان پوری ثم مونگیریؒ ابن مولانا سید عبد العلی حسنی، حسینی، حنفی نقشبندی ۳/ شعبان المعظم ۱۲۶۲ھ (۲۸/ جولائی ۱۸۴۶ء) کو پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب شیخ عبد القادر جیلانی بغدادیؒ تک پہونچتا ہے، اولاً آپ نے حضرت مولانا عنایت احمد کاکورویؒ سے میزان الصرف و دیگر رسائل صرف، نحو و منطق پڑھے، پھر مولانا سید حسین شاہ بخاری سے پڑھا، باقی جملہ کتب درسیہ کی تکمیل حضرت مولانا مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی سے کی، بعد تحصیل و تکمیل مدرسہ فیض عام کان پور میں مدرس ہوئے، تین برس تک اسی مدرسے میں مدرس رہے، اور طالبان علوم کو فیض یاب کرتے رہے، ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں بغرض حصول سند حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، اور ایک سال مقیم رہ کر صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد پڑھ کر سند حاصل کی، حضرت مولانا آل احمد کانپوریؒ (مہاجر مدینہ طیبہ) نے بعد امتحان سند مرحمت فرمائی، ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ سے شرف بیعت حاصل کی، اور اجازت و خلافت سے بہرہ یاب ہوئے۔ آپ نے تعلیمی اور ملی میدانوں میں عظیم الشان خدمات انجام دیں، ندوۃ العلماء آپ کی بہترین علمی اور تاریخی یادگار ہے، تعلیمی و تدریسی میدان کے علاوہ رد عیسائیت اور رد قادیانیت میں بھی آپ کا کام نمایاں ہے، ملک کے حالات کے پیش نظر آپ نے ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں کان پور سے ایک رسالہ "منشور محمدی" جاری کروایا، جس میں آپ کے مضامین تسلسل سے شائع ہوتے تھے، رد عیسائیت پر متعدد کتابیں لکھیں، جن میں مرآۃ الیقین، پیغام محمدی، آئینۂ اسلام، البرہان، ترانۂ حجازی، اور دفع التلبیسات خاص طور پر قابل ذکر ہیں، عیسائی مبلغین یتیم خانہ کھول کر غریب اور یتیم بچوں کو اپنا شکار بناتے تھے، یہ دیکھ کر آپ نے کانپور میں یتیم خانہ اسلامیہ قائم کیا، رد قادیانیت پر آپ نے قریب ایک سو (۱۰۰) کتابیں لکھیں، جن میں چالیس آپ کے نام سے شائع ہوئیں اور بقیہ دوسروں کے نام سے، قادیانیت کے خلاف آپ نے کئی مناظرے کئے اور کرائے، کثرت سے جلسوں کا انعقاد کروایا۔ دعوت و ارشاد اور تزکیۂ نفوس میں بھی آپ کا پایہ بے حد بلند تھا، آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں بتائی ہے، آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں: نزہۃ النظر (عربی) پیغام محمدی (اردو- حصہ اول رد عیسائی)، دفع التلبیسات (حصہ اول رد نصاریٰ) مرآۃ الیقین لاغلاط ہدایۃ المسلمین، ترانۂ حجازی بجواب نغمۂ حجازی، غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح، احکام التراویح، ارشاد رحمانی و فضل یزدانی، البرہان فی حفاظۃ القرآن، یاد ایام وغیرہ، آپ کی وفات ۹/ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳/ ستمبر ۱۹۲۷ء کو خانقاہ مونگیر میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ مصنفہ مولانا محمد ثانی الحسنیؒ ☆ تذکرہ علماء ہندوستان ص ۳۵۱ مؤلفہ مولانا محمد حسین بدایونی، مع تحشیۂ ڈاکٹر خوشتر نورانی ص ۷۸۱، ۷۸۲)

امارت شرعیہ میں محفوظ ہے[128]۔

مکتوب گرامی کے الفاظ یہ ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مطبوعہ خط اور اشتہار پہونچا آپ کی جمعیت اسلامی اور علو ہمتی اور دینی مستعدی سے نہایت مسرت ہوئی، آپ کی باتیں تو طبیعت کو ایسا بھاتی ہیں کہ جس سے دل بے چین ہو گیا، مگر میری حالت نے ایسا مجبور کر رکھا ہے، کہ اب میں کسی کام کا نہیں ہوں، ضعف کے سوا کچھ حالت قلبی ایسی ہے، جس نے بالکل بیکار کر دیا ہے، جنون کی سی کیفیت ہے، اب بہ جز اس کے کہ قلب میں اس حالت کو دیکھ کر درد ہو اور بے قراری ہو اور کچھ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے، آمین ان شاء اللہ تعالیٰ جلسہ کے وقت اپنے نواسہ کو بھیج دوں گا اور تو کوئی میرے پاس نہیں ہے، میرے ذہن میں کچھ باتیں آتی ہیں مگر قائم نہیں رہتیں، نکل جاتی ہیں، اس لئے میں اس وقت اس کے متعلق کچھ نہیں لکھتا، اگر آپ آجائیں تو اس وقت زبانی گفتگو ہو جائے۔

والسلام

محمد علی

از خانقاہ رحمانیہ مونگیر - ۱۱/ شوال ۱۳۳۹ھ[129]

حضرت مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی ؒ کا جواب

☆دوسرا اہم ترین خط خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں بدرالکاملین حضرت مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی ؒ کی طرف سے وصول ہوا[130]، گو کہ تاریخ ارقام کے لحاظ سے خانقاہ مجیبیہ کا جواب خانقاہ رحمانی سے پہلے لکھا گیا ہے، اس لئے کہ شاہ بدرالدین صاحب کے خط پر ۱۰/ شوال کی تاریخ درج ہے، لیکن مولانا

----حواشی--

128 - تاریخ امارت ص ۲۷۔

129 - تاریخ امارت ص ۳۷۔

130 - حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدرالدین قادری صاحبؒ پھلواری شریف کے اس خانوادہ کے چشم وچراغ تھے، جس کی سیادت وقیادت عہد مغلیہ سے آج تک چلی آرہی ہے، یہ خاندان مدینہ طیبہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے محمود غزنوی کے زمانہ میں غزنی آیا، اور غزنی سے اس خاندان کے کچھ لوگوں نے ہندوستان کا رخ کیا، خاندان کے بعض افراد دلی میں مقیم ہوگئے، اور بعض نے محمد شاہ شرقی کے دربار کا رخ کیا، اوراس کے دربار میں مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے، جن کی اولاد مچھلی شہر میں موجود ہے۔

دسویں صدی ہجری کے شروع میں اس خاندان کے سربر آوردہ بزرگ سید شاہ سعد اللہ جعفری زینبی اپنے صاحبزادہ امیر عطاء اللہ (متوفیٰ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۷ء) کے ساتھ پھلواری شریف آئے، شاہ سعد اللہ کا مزار پن پن ندی کے کنارے منورا سالار پور گاؤں میں "سعد شہید" کے نام سے مشہور ہے، شاہ سعد اللہ کے صاحبزادے امیر عطاء اللہ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد شیر شاہ سوری (متوفی ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء) کے دربار کا رخ کیا، اوروزارت کے منصب پر فائز ہوئے، شیر شاہ کے انتقال کے بعد کچھ دنوں سلیم شاہ سوری (متوفیٰ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء) پسر شیر شاہ سوری کے دربار سے منسلک رہے، لیکن وہاں دل نہ لگا تو دلی کا رخ کیا، اور شہنشاہ ہمایون (متوفیٰ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء) کے دربار میں پہونچے، اور منصب وزارت پر فائز ہوئے، خدابخش خان اورینٹل لائبریری پٹنہ میں آپ کا ایک مرقع موجود ہے جس کے نیچے "امیر عطاء اللہ جعفری زینبی وزیر ہمایوں بادشاہ" مرقوم ہے۔

امیر عطاء اللہ اخیر عمر میں ترک سلطنت کر کے پھلواری شریف میں مقیم ہوگئے، اور خلق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف ہوگئے، اس خاندان کو اللہ پاک نے دینی ودنیاوی ہر عزت وبلندی سے سرفراز کیا، اس کے افراد ہر دور میں حکومت کے مناصب جلیلہ پر فائز رہے، اور علوم دینیہ میں محدث، فقیہ اور فقر وعرفان کی دنیامیں غوث، قطب وابدال کے مناصب ومقامات پر فائز ہوتے رہے ہیں، چنانچہ حضرت شمس الدین جنید ثانی (متوفیٰ ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۳ء)، محبوب رب العالمین حضرت عمادالدین قلندر (متوفیٰ ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء)، آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری (متوفیٰ ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء)، ملاوحید الحق ابدال (متوفیٰ ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء)، سید العلماء مولانا احمدی (متوفیٰ ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۷ء)، شیخ العالمین مخدوم سید شاہ نعمت اللہ قادری (متوفیٰ ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء) حضرت فردالاولیاء مخدوم سید شاہ ابوالحسن فرد (متوفیٰ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء)، حضرت مصباح الطالبین مخدوم سید شاہ حبیب علی نصرؔ (متوفیٰ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) وغیرہ خاندان جعفری وزینبی کی ایسی آفتاب وماہتاب ہستیاں گذری ہیں جن کی ضوفشانیاں پورے برصغیر ہندوپاک پر محیط تھیں (تاریخ اطباء بہار ج ۲ ص ۱۹۳، ۱۹۴ مؤلفہ حکیم محمد اسرار الحق)

حضرت شاہ بدرالدین پھلورویؒ کی ولادت ۲۷ / جمادی الثانیہ یک شنبہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸ / اپریل ۱۸۵۲ء کو ہوئی، درسی کتابیں اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ شرف الدین اور مولانا شاہ محمد علی حبیب نصرؒ سے پڑھیں، ۱۰ / ربیع الاول ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۳ / جولائی ۱۸۶۶ء کو حضرت حبیب نصرؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، ۲۳ / ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۲ / جنوری ۱۸۷۴ء کو جملہ سلاسل مجیبیہ وجنیدیہ کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حصن حصین ودیگر کتب حدیث کی سند مولانا آل احمد محدث مہاجر مدنیؒ سے حاصل کی، حزب البحر کی اجازت حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے ملی، ۔۔۔۔ حضرت حبیب نصر کے خلفاء میں آپ سب سے ممتاز ہوئے، اور آپ کے بے پناہ فیوض چاردانگ عالم میں ظاہر ہوئے، آپ کے زمانے میں خانقاہ بقعۂ نور معلوم ہوتی تھی، آپ نے قرآن اور علوم احسان کی تدریس کا وسیع پیمانے پر اہتمام

عبد الصمد رحمانیؒ کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے پہونچنے میں تاخیر ہوئی، غالباً اجلاس سے ایک دن قبل وصول ہوا[131]، حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب نے ارقام فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامیٔ ملت جناب مولوی محمد سجاد صاحب دام اکرامکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں جمعیۃ علماء بہار کے اس جلسہ میں حاضر ہونے سے معذور ہوں اور اس تحریر کے ذریعہ سے اپنی رائے ظاہر کر دیتا ہوں۔

محکمۂ شرعیہ کے امیر کے لئے میری رائے میں جو پانچ صفات ہونی بتائی گئی ہیں، بہت مناسب ہیں، اس صوبۂ بہار میں ان صفات سے موصوف اس وقت جناب مولانا شاہ محمد علی صاحب رحمانیؒ کے سوا دوسرے کسی کو میں نہیں پاتا، اس لئے میری رائے ہے کہ اس منصب پر وہی مقرر کئے جائیں اگر علالت مزاج کے عذر سے وہ تشریف نہ لائے ہوں تو ان کا موجود رہنا اس جلسہ میں ضروری نہیں ان کے منتخب ہو جانے کے بعد کوئی شخص ان کی نیابت کرے اور حاضرین سے امر بالمعروف اور نہی عن

کیا، سالہا سال تک مکتوبات صدی کا درس دیا، آپ کے علم وکمال کے اعتراف میں حکومت برطانیہ نے ۱۹۱۵ء میں شمس العلماء کا خطاب اور خلعت وتمغہ پیش کیا، آپ لینے پر راضی نہیں ہوئے، مگر اصرار پر رکھ لیا اور پھر ۱۹۱۹ء میں واپس کر دیا۔۔۔ آپ نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں پرجوش حصہ لیا، بہار میں ان تحریکوں کو آپ کی سرپرستی حاصل تھی، ۱۹/ شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۹۲۱ء کو پتھر کی مسجد میں ایک عظیم الشان اجلاس میں باتفاق جملہ علماء کرام آپ کو امیر شریعت منتخب کیا گیا اور تمام حاضرین نے سمع وطاعت کی بیعت کی۔

آپ کے علمی مضامین اور مقالات کوئی بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں، جن میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ قلمی۔

حضرت کی شخصیت مرجع خلائق تھی، کامل ۳۳/ سال سریر آرائے سجادہ رہنے کے بعد ۷۵/ سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۱۶/ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶/ ستمبر ۱۹۲۴ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور مقبرۂ مجیبیہ میں اپنے پیر ومرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (اعیان وطن مرتبہ حضرت حکیم شعیب نیرؔ صاحب ص ۶۸)

131 - تاریخ امارت ص ۴۷

المنکر میں ان کی اطاعت کا اقرار لے لے اور تہذیب اخلاق کے متعلق ان کے نصائح کو بہ قدر وسعت مان لینے کا اقرار لے، تو یہ کافی ہے اور اگر علماء ومشائخ حاضرین مختلف کئی لوگوں کا نام لیں تو اختلاف کی حالت میں جس کو اکثر لوگ منتخب کریں میں اکثر کی رائے کو قبول کروں گا۔ والسلام

محمد بدرالدین پھلواری

۱۰/ شوال، جمعہ ۱۳۳۹ھ[132]

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلوارویؒ کی تائید

☆اس موقعہ پر پھلواری شریف کی شہرۂ آفاق شخصیت اور ملک گیر خطیب حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلوارویؒ کا ذکر بھی بطور خاص کیا جانا چاہئے کہ حضرت مولانا سجادؒ کی تحریک امارت کی حمایت کرنے والے اہم علماء ومشائخ کے ہر اول دستہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی شخصیت بھی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ مولانا سجادؒ کے قدیم سرپرستوں میں تھے، چند سال قبل (۱۹۱۷ء میں) جب مولاناؒ نے جمعیۃ علماء بہار کی تحریک شروع کی تھی اس وقت بھی سب سے پہلے شاہ صاحبؒ ہی نے مولانا سجادؒ کے سرپر بزرگانہ دست شفقت رکھا تھا، اور بہار شریف کے اجلاس جمعیۃ میں بنفس نفیس تشریف لاکر اس تحریک کو تقویت بخشی تھی، نیز جمعیۃ کا دوسرا اجلاس بھی پھلواری شریف میں شاہ صاحبؒ کی راست سرپرستی میں انجام پایا تھا، تحریک امارت میں بھی شاہ صاحبؒ نے مولانا سجادؒ کی پرزور تائید فرمائی تھی، لیکن بعد میں (غالباً امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محی الدین پھلوارویؒ کے دور امارت میں) بعض وجوہات کی بنا پر وہ اس تحریک سے بلکہ خود حضرت مولانا سجادؒ سے بھی علٰحدہ ہو گئے تھے، مولانا سجادؒ کے تلمیذ رشید مولانا اصغر حسین بہاریؒ کا بیان ہے:

"جب حضرت استاذ (مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ) نے امارت شرعیہ بہار کی تمہید اٹھائی تو حضرت شاہ صاحب مرحوم (حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلوارویؒ) نے اس کی

----حواشی--

132 - تاریخ امارت ص ۷۵،۷۴۔

تاسیس و تعمیر میں ساتھ دیا، لیکن امارت کے دوسرے دور کے بعد خیال نے پلٹا کھایا جس کے باعث دونوں ہستیوں کے درمیان مخالفت کی خلیج حائل ہوگئی"[133]

ان کے علاوہ بہار کے دیگر علماء ومشائخ نے بھی مولانا سجادؒ کی دعوت کا خیر مقدم کیا۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا جواب

حضرت مولانا سجادؒ نے اس موقعہ پر بہار سے باہر بھی کئی اہم شخصیتوں کو بطور خاص دعوت دی تھی، اور ہر جگہ سے اس اقدام کی تحسین کی گئی، دارالعلوم دیوبند سے درج ذیل جواب موصول ہوا:

باسمہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ازدارالعلوم دیوبند

مکرم بندہ جناب شاہ حبیب الحق وجناب مولوی سجاد صاحب !زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہونچا، بے حد مسرت ہوئی، دعاہے کہ اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء بہار کو غیر معمولی کامیابی عنایت فرمائے، خدا کرے کہ کوئی بزرگ متشرع حسب شرائط انتخاب میں آجائیں اور علماء کرام اور مشائخ عظام ان کی اطاعت فرمائیں، اور یہ فریضۂ شرعیہ ادا ہو۔

ہم لوگوں میں سے ایک دو شخص ضرور شریک جلسہ ہوتے مگر چونکہ افتتاح تعلیم کا وقت ہے، اور مہتمم و مدرسین اس میں مشغول ہیں، اس لئے حاضری سے معذور ہیں ،امید ہے کہ آپ بھی شرکت قلبی کو کافی خیال فرمائیں گے فقط

احقر محمد احمد مدرسہ دیوبند[134]

----حواشی--

133 - محاسن سجاد ص ۲۵۔

134 - تاریخ امارت ص ۸۳

تاسیس امارت کے لئے جمعیۃ علماء بہار کا خصوصی اجلاس

بہر حال اس دعوت نامہ کے مطابق ۱۸، ۱۹ / شوال المکرم ۱۳۳۹ھ روز شنبہ و یکشنبہ مطابق ۲۵، ۲۶ / جون ۱۹۲۱ء کو پتھر کی مسجد پٹنہ میں جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس خاص زیر صدارت حضرت مولانا ابو الکلام آزادؔ منعقد ہوا، جس میں صرف بہار کے نمائندہ علماء کی تعداد ایک سو (۱۰۰) سے زائد تھی، یوں چار پانچ سو (۵۰۰) علماء شریک ہوئے، عام شرکاء اجلاس کی تعداد تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) تھی[135]، بیرونی شخصیتوں میں مولانا آزاد سبحانیؒ اور مولانا سبحان اللہ صاحبؒ مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے، تلاوت قرآن کریم سے مجلس کا آغاز ہوا، صدر استقبالیہ مولانا شاہ حبیب الحق صاحب نے اپنا خطبۂ استقبالیہ پیش فرمایا "اور نہایت مؤثر اور درد بھرے الفاظ میں انگریزی دور حکومت کے اثرات قبیحہ کو بیان کرکے وقت کے اس اہم فریضہ کی طرف ان الفاظ میں رہنمائی فرمائی"[136]:

خطبۂ استقبالیہ

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یکایک رحمت خدا موجزن ہوئی اور اپنے گنہ گار بندوں کی طرف مخاطب ہوکر "لاتقنطوا من رحمۃ اللہ" کی صدا دی، سب سے پہلے اسی صوبہ کے علماء چونکہ غفلت سے ہوشیار ہوئے اور جمعیۃ علماء کی بنیاد ڈالی، بکھرے ہوئے شیرازہ کا استحکام شروع کیا ہماری اصلاح کی طرف مخاطب ہوئے، حالات موجودہ پر غور و فکر کی تدبیریں نکالیں۔ اسی طرح اب امیر شریعت کے لئے بھی سب سے پہلے یہی صوبہ آگے قدم بڑھاتا ہے، خدا اسے کامیاب کرے اور ساتھ ہی ساتھ تمام صوبۂ ہند کے اس ارادہ پر قائم ہوکر پہلے امیر صوبہ بنائیں، اور یہ امراء مل کر امیر الہند کا انتخاب کریں۔

حضرات! اس زمانۂ موجودہ میں جس وقت کہ تمامی اقتدار آپ کے ملیامیٹ ہوگئے،

----حواشی---

135 - تاریخ امارت ص ۷۶، ۷۵۔

136 - تاریخ امارت ص ۷۶ مرتبہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

ہر جگہ سے نکالنے کی فکر ہے، بغداد لیا، نجف اشرف لیا، بیت المقدس لیا، قسطنطنیہ کو محصور کیا، مکہ معظمہ کو تباہ کیا، مدینہ منورہ کو برباد کیا، انگورہ پر چڑھائی کا قصد ہے، خلافت تنزل میں آگئی، تو اب بتایئے کہ ہم کیا کریں، اس زندگی سے تو بدرجہا موت بہتر ہے۔ کیا وہ خدا جس نے اصحاب فیل کو تباہ کیا، نمرود و فرعون کو نار جہنم دکھایا، ہم لوگوں کو اس قعر مذلت سے نکال کر کرسی اعزاز پر نہیں پہونچا سکتا ہے؟ ضرور پہونچا سکتا ہے، یقینی پہونچا سکتا ہے، لاتہنوا و لاتحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ ایمان کو مضبوط کرو، اسلام کے فدائی بن جاؤ، جان ومال کی قربانیاں کرنے کو تیار ہو جاؤ، واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے مصداق بن جاؤ، بکھرے ہوئے شیرازہ کو باندھ لو۔

دیکھو! یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے، اس پر نظر ڈالو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور صاحب امر کی اطاعت کرو، صاحب امر سے کیا مراد ہے؟ کیا صرف خلافت وحکومت مراد ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد علماء ہیں، بروایت حضرت ابن عباس اور حسن اور ضحاک، انہیں کی اطاعت فرض ہے، آپ سب لوگ ان کی اطاعت فرض جان کر کیجئے، ان کے احکام کی بجا آوری پر تل جایئے، اور ان کے احکام کو احکام رسول سمجھئے، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل[137] اور یہ حضرات ہم لوگوں کی دشواریوں کو آسان کریں، تعصبات ونفسانیت سے علٰحدگی حاصل کریں، خلوص واتحاد کے ڈورے مضبوط کرڈالیں،

----حواشی--

[137] -اس حدیث کو محدثین نے بے اصل قرار دیا ہے، دیکھئے: المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة ج ١ ص 459 المؤلف : شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوي (المتوفى : 902هـ) المحقق: محمد عثمان الخشت الناشر : دار الكتاب العربي – بيروت الطبعة : الأولى ، 1405 هـ – 1985م

رئیس القوم خادمہم کواپنا معیار بنائیں۔

اے میرے بزر گو! دین کے پیشواؤ! وراثت ابنیاء کے مستحقو! انماالعلماء ورثۃ الانبیاء" آپ کے لئے ہے،انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء" آپ کی شان ہے،فضل العالم علی العابدکفضلی علیٰ ادناکم آپ کی صفت ہے ، قوم آپ کی محتاج ہے، کشتئ اسلام کے آپ ناخدا ہیں، سینکڑوں برس ہو گئے امیر شریعت ندارد ہو گیا، تعصبات ونفسانیت کازور ہو گیا، ہر شخص کا تشخص الگ ہو گیا، مسائل الگ ہو گئے، مسجدیں الگ ہو گئیں، جس کا جو جی چاہتاہے کر تا ہے، نہ مسائل دینی ،نہ دارالقضاء ہے،نہ زکوٰۃ ہے،نہ خیرات ہے،نہ بیت المال ہے ۔ کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کا حکم نہ فرمایا تھا؟ کیا احکام شریعت کے اجراء کی امید غیر اسلامی سلطنت سے کی جاسکتی ہے ؟ نہیں، ہر گز نہیں ! ذراخدا کے لئے غور کیجئے احادیث وفقہاء کے اقوال پر توجہ فرمایئے، کیا امیر شریعت کی تقرری صرف حکومت وخلافت کے ساتھ مخصوص ہے، کہ جیسے حکومت گئی، یہ فرض کفایہ بھی سر سے اتر گیا؟ نہیں حاشاکلا نہیں، امیر شریعت اور شئے ہے، سلطنت اور شئے ہے سلطنت ملک کا انتظام کر سکتی ہے، مگر اسلامی مسائل کے لئے سلطنت کو بھی امیر شریعت اور علماء کی ضرورت ہے،بہتیرے فرائض اسلامی ہیں، جن کی ادائیگی بلاامیر شریعت ناممکن ہے، اگر امیر شریعت ہو تا ہر صوبہ کا ایک امیر ہو تا، اس کے ماتحت ہر شہر میں نائبین ہوتے، تمام ہند کا ایک امیر الہند ہو تا، تو خلافت کے معاملے میں اتنی دقتیں اٹھانی پڑتیں؟ اس قدر انجمنیں، اس قدر تحریکیں پیش کرنی پڑتیں؟ ایک امیر الہند کی زبان آپ سب کی زبان ہوتی، جو حکم وہ دیتا آپ سب لوگ اس کے عامل ہوتے، اگر واقعی خلافت کے ساتھ ہمدردی ہے اوراماکن

---

* تذكرة الموضوعات ج ١ ص ٢٠ المؤلف : محمد طاهر بن علي الفتني (المتوفى : 986هـ)

مقدسہ کی محبت ہے، تو پہلے اپنی جماعت درست کیجئے، شریعت کے اصول پر چلئے، اپنا ایک سردار بنائیے، کوئی کام دنیا کا بلا سردار کے نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے حیوان تک میں سردار ہوتے ہیں، اورآپ اشرف المخلوقات کے سردار نہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دس آدمی کی جماعت بھی بلا سردار (یعنی امیر) کے کہیں نہیں بھیجی، اب آپ لوگ اپنا سردار امیر شریعت مقرر فرمائیے"[138]

(اس کے بعد مولانا نے امیر شریعت کے شرائط ومعیار کی طرف توجہ دلائی)

اس موقعہ پر داعی اجلاس حضرت مولانا سجاد صاحبؒ اور صدر اجلاس حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جو خطبات پیش فرمائے تھے یقیناً ان سے ہندوستان میں ایک نئی ملی وسیاسی تاریخ کا آغاز ہوا، لیکن یہ خطبات تحریری نہ تھے اس لئے یہ خطبات محفوظ نہ رہ سکے، کاش وہ دستیاب ہوتے تو غیر مسلم ہندوستان کے لئے ہمیں مزید روشنی مل سکتی تھی۔

مجلس شوریٰ وارباب حل وعقد کی خصوصی نشست

ساڑھے گیارہ بجے دن میں صدر اجلاس حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا خطبہ صدارت ختم ہوا، اس کے بعد مجلس شوریٰ کی تشکیل کی گئی اور نشست برخاست کردی گئی، پھر چار بجے بعد نماز عصر جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب کے مکان (شیرستان) میں مجلس شوریٰ اور ارباب حل وعقد کی نشست زیر صدارت حضرت مولانا ابوالکلام آزاد برائے انتخاب امیر شریعت منعقد ہوئی، جس میں روداد کے مطابق ایک سو(۱۰۰) سے زائد علماء ومشائخ نے شرکت کی، روداد میں تمام کے نام اور پتے بھی درج ہیں، اس خصوصی اجلاس میں سب سے پہلے ناظم جمعیۃ علماء بہار حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ نے اجلاس کے مقاصد پر روشنی ڈالی، پھر حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا مکتوب پیش فرمایا جس میں تعین امیر کے سلسلے میں انہوں نے ایک تجویز پیش فرمائی تھی، اس دوران مسئلۂ امارت پر علماء کے درمیان کافی طویل بحثیں ہوئیں، اوران کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا گیا، پٹنہ کے ایک اہل حدیث عالم مولانا کفایت حسین صاحب نے بھی اپنے بعض شبہات پیش کئے،

----حواشی--

138 - تاریخ امارت ص۷۶ تا۷۹ مرتبہ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ۔

ان کو بھی تشفی بخش جواب دیا گیا، بالآخر طویل بحث وکلام کے بعد یہ مجلس نو(۹) بجے شب میں اختتام پذیر ہوئی، اور باتفاق حاضرین درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

تجاویز انتخاب امیر شریعت ونائب امیر شریعت

"۱-حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشیں پھلواری شریف ضلع پٹنہ مدظلہ العالی صوبۂ بہار کے لئے امیر شریعت ہوں۔

۲-جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت مقرر ہوں۔

۳-(حضرت)امیر (شریعت) کی مشاورت کے لئے علماء بہار میں سے اہل شوریٰ متعین کردیئے جائیں، جن کی تعداد علاوہ نائب امیر کے نو(۹) ہو، اور ان کے انتخاب کا حق مولانا عبدالوہاب صاحب (دربھنگہ)، مولانا صدیق صاحب اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کو دیا جائے۔

۴-حضرت مولانا جناب سید شاہ محمد بدرالدین صاحب قبلہ کے پاس کل ۱۹/ شوال کو اجلاس کے وقت سے پہلے تجویز انتخاب امیر، نائب امیر، اور نیز ارکان شوریٰ کے اسماء گرامی (مجوزہ اصحاب ثلاثہؒ) منظوری کے لئے بھیج دیئے جائیں، تاکہ واپسی کے بعد اجلاس عام میں اس کا اعلان کردیا جائے[139]۔

چنانچہ حسب تجویز علی الصباح (۱۹/ شوال کو) تمام تجاویز کی نقل مع اسماء ارکان شوریٰ حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب کی خدمت عالیہ میں بھیجی گئی اور ان سے منصب امارت قبول کرنے کی درخواست کی گئی، نیز نیابت اور ارکان شوریٰ کے بارے میں رائے عالی دریافت کی گئی۔

حضرت امیر شریعت اول کا مکتوب منظوری

صبح آٹھ بجے تک حضرت امیر شریعت کی طرف سے منظوری آگئی، مکتوب منظوری دفتر امارت میں محفوظ ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

----حواشی--

139 -تاریخ امارت ص ۸۱،۸۰ مرتبہ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنامحمدوآلہ وصحبہ وسلم

جناب مکرم ادام اکرامکم ! السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

میں نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا، آپ کو معلوم ہے،اور پرسوں جمعہ کے دن اپنی رائے تحریر کر دیا تھا کہ جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب رحمانیؒ کو میں اس منصب کا اہل جانتا ہوں، آج معلوم ہوا کہ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند، جب بالاتفاق آپ لوگوں کی یہی رائے ہے تو اب قبول کرنے کے سوا کیا چارہ ہے ،اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے تو افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد نیابت و مجلس شوریٰ کے لئے جن علماء کا انتخاب ہوا اس سے بھی آگاہی ہوئی، یہ سب لوگ مناسب منتخب ہوئے ہیں۔

والسلام محمد بدرالدین پھلواری اصلح اللہ تعالیٰ حالہ

۱۹/ شوال یکشنبہ ۱۳۳۹ھ[140]

کاروائی آخری اجلاس عام

۱۹/ شوال کو ۹/ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا، تلاوت کلام اللہ ونعتیہ نظم کے بعد تھوڑی دیر حضرت مولانا عبد الاحد صاحب نے تقریر فرمائی، اس کے بعد صدر اجلاس حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا کامل دو گھنٹے تک طویل خطاب ہوا، مولانا آزاد نے شوریٰ کی ساری کاروائی سے لوگوں کو آگاہ فرمایا، اس کے بعد حضرت مولانا سجادؒ نے حضرت شاہ بدرالدین صاحبؒ کا مکتوب منظوری پیش کیا جس کو خود مولانا آزاد نے بآواز بلند پڑھ کر سنایا، اور تمام علماء کرام و حاضرین سے درخواست کی کہ اگر آپ حضرات کو اس سے اتفاق ہے تو کھڑے ہو کر نائب کے ہاتھ پر اطاعت فی المعروف کی بیعت کیجئے، تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر حضرت مولانا سجادؒ کے ہاتھ پر نیابتاً بیعت کی، پھر حضرت مولانا سجادؒ نے دارالعلوم دیوبند کا وہ خط مجمع کو پڑھ کر سنایا جس

---- حواشی --

140 - تاریخ امارت ص ۸۲ مرتبہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

میں اکابر دارالعلوم نے امارت کی پر زور تائید کی تھی بلکہ اجلاس میں اپنی شرکت کی خواہش بھی ظاہر کی تھی۔

بوقت ۸ / بجے شب تیسرا اجلاس عام شروع ہوا اور لوگوں کو بلا ٹکٹ شرکت کی اجازت عامہ دے دی گئی، اس کی وجہ سے مجمع اس قدر کثیر ہوا کہ ہال ناکافی پڑ گیا، اکثر لوگوں کو کھڑے ہو کر اجلاس کی ساری کاروائی سننی پڑی، جب کہ بہت سے لوگ اندر بھی داخل نہ ہو سکے اور مایوس لوٹ گئے۔

تلاوت کلام پاک اور نعتیہ نظم کے بعد حکیم عبد العزیز صاحب [141] اور حکیم رکن الدین صاحب داناؔ[142] نے تقریریں فرمائیں، اس کے بعد جناب مولانا عبد القادر آزادؔ سبحانی نے امارت شرعیہ کی تاریخ واہمیت کے موضوع پر انتہائی فصیح و بلیغ اور مؤثر و مدلل تقریر کی، جس سے مجمع بے حد متاثر ہوا۔

----حواشی--

141 - حکیم مولوی عبد العزیز صاحب عاجزؔ موضع بھوساہی، ڈاکخانہ چندن پٹی، ضلع مظفر پور کے رہنے والے تھے، آپ کے والد ماجد حکیم مولوی حاجی سید شاہ عبد الرحمن صاحب مشہور حکیم تھے، انہیں حکیم محمد اسماعیل قندی مصری سے فخر تلمذ حاصل تھا، آپ کے جد امجد حضرت سید فرحت حسین قدس سرہ ایک صاحب باطن بزرگ تھے، جو بر صغیر ہند میں شہرت رکھتے تھے۔

حکیم عبد العزیز صاحب کی ولادت رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ (نومبر ۱۸۷۲ء) کو ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب سید الحسنی والحسینی ہے، اصل وطن دہلی ہے، مگر تقریباً دو ڈھائی سو سال قبل بعض وجوہات سے دہلی چھوڑ دی اور کچھ عرصہ علاقہ چھپرہ میں اقامت پذیر رہے، بعد ازاں بھوساہی ضلع مظفر پور منتقل ہو گئے، مختلف اساتذہ سے درسیات بالاستیعاب پڑھی، آخر میں مولانا نعیم صاحب لکھنوی سے علم حدیث کی سند حاصل کی، پھر اپنے والد ماجد سے طب کی مطولات سبقاً پڑھی، تکمیل کے بعد کچھ دنوں بعض مدارس میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر مستقل طور پر مطب کرنے لگے، اونچے درجہ کے حکیم تھے، آپ نے بعض معرکہ کے علاج کئے اور پیچیدہ اور مشکل امراض میں کامیابی حاصل کی، آپ نے اپنے طبی تجربات "تجربات عزیزی" کے نام سے کتابی صورت میں مرتب کئے تھے، جس میں ہر مرض کا علاج ہندوستان میں پیدا شدہ جڑی بوٹیوں سے تجویز کیا گیا تھا، غالباً یہ کتاب دار الکتب رفیق الاطباء سے شائع ہوئی، وفات ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء کو ہوئی (تاریخ اطباء بہار ج اص ۱۲۲، ۱۲۳)

142 - اسم گرامی محمد رکن الدین اور تخلص داناؔ ہے، آپ کے والد ماجد مولوی عبد الحافظ (متوفیٰ ۲ / شوال المکرم ۱۳۲۵ھ مطابق ۸ / نومبر ۱۹۰۷ء) سہسرام کے برگزیدہ اور ہردلعزیز بزرگوں میں تھے، صاحب نسبت واجازت تھے، داتا عبد الرزاق صاحب سے اجازت وخلافت حاصل تھی، خاص خاص لوگوں کو مرید بھی فرماتے تھے، اخلاق و مروت اور سادگی میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، آپ پر اہل شہر اور حکام کو خاص اعتقاد تھا، عموماً فریقین میں ثالثی کا کام آپ کے سپرد ہوتا اور آپ جو فیصلہ دیتے فریقین اسے منظور کرتے، آپ کا خاندان سہسرام کے طبقۂ شرفاء میں شمار کیا جاتا تھا، سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے، آپ کے مورث اعلیٰ شاہان مغلیہ کے دور میں عرب سے آئے اور پہلے جونپور میں مقیم ہوئے، پھر ان کی اولاد مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئی، ان میں شاہ عبد الجلیل قدس سرہ سہسرام تشریف لائے، اور ان سے اس خاندان کا سلسلہ شروع ہوا، آپ کے دادا شیخ عبد القادر صاحب سہسرام کے ان لوگوں میں سے تھے، جن پر برطانوی

آخر میں حضرت مولانا سجادؒ کے شکریہ اور صدر اجلاس کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا[143]۔

حضرت مولانا سجادؒ کے ہاتھ پر نیابةً بیعت امارت

اس طرح اس اجلاس میں باتفاق رائے حضرت بدر الکاملین مولانا شاہ بدر الدین پھلوارویؒ کو امیر شریعت اور مفکر اسلام حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ کو نائب امیر شریعت منتخب کیا گیا، حضرت مولانا محمد سجادؒ کسی عہدہ کے لئے راضی نہ تھے، لیکن شرکاء کے دباؤ میں آپ نے نائب امیر شریعت کا عہدہ قبول فرمایا۔

اور چونکہ امیر شریعت حضرت مولانا شاہ بدر الدینؒ مجلس میں تشریف نہیں لائے تھے، اور (اپنی سجادگی کی بنا پر) پہلے ہی اس کی معذرت فرمادی تھی، اس لئے بحیثیت نائب حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے حضرت امیر شریعت کی طرف سے شرکاء اجلاس سے بیعت سمع وطاعت لی، خانقاہ مجیبیہ کے ترجمان حضرت مولانا حکیم سید محمد شعیب صاحب پھلوارویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹/ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ میں بانکی پور محلہ پتھر کی مسجد میں بہ غرض انتخاب

حکومت کو خاص اعتماد تھا، آپ سہسرام کے کامیاب اور نامور وکیل تھے۔

حکیم رکن الدین صاحب پانچ بھائی تھے آپ تیسرے نمبر پر تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر پھر سہسرام کے شاہی مدرسہ خانقاہ میں ہوئی، ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء) میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے، اور مسلسل چھ (۶) سال وہاں رہ کر عربی درسیات کی تکمیل کی، یہاں مولانا محمد فاروق چریاکوٹیؒ اور مفتی عبد اللطیف صاحب سنبھلی سے استفادہ کیا، آخر میں مولانا حفیظ اللہ صاحب تلمیذ رشید فخر المتاخرین حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے اور خصوصی مقام حاصل کیا، ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں آخری امتحان میں اول آئے، دوران تعلیم طلبہ کو تعلیم بھی دیتے تھے، ندوہ سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں مدرس ہوئے، اور وہاں بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ بھی رہے، انہی ایام میں طب کی تعلیم شروع کی، اور حکیم عبد الولی صاحب اور حکیم سید محمد باقر سے استفادہ کیا، اور اور تکمیل الطب نیز علم طب کے اعلیٰ درجات کے امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ پھر وطن واپس آئے، اور قصبہ بھبھوا ضلع شاہ آباد میں اپنے ماموں مولوی شاہ وصی احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ کے مطب میں بیٹھنے لگے، پھر مراد آباد گئے، اس کے بعد کلکتہ چلے گئے، کچھ دنوں کے بعد کشن گنج پورنیہ میں مطب کھولا، شعر وشاعری کا بھی اچھا مذاق رکھتے تھے، اس موضوع پر "تحفۂ احسان" آپ کا قیمتی ادبی سرمایہ ہے، تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا علم نہیں ہے، منطق وفلسفہ کے موضوع آپ کی دو کتابیں المنطق اور الفلسفہ کافی مقبول ہوئیں (تاریخ اطبائے بہار ج ا ص ۱۴۶ تا ۱۴۹ مؤلفہ حکیم محمد اسرار الحق صاحب ☆ تحفۂ احسان (شعرائے کشن گنج کی مختصر تاریخ) ص ۲۵ تا ۲۸ مرتبہ حکیم رکن الدین دانا، شائع کردہ: انجمن ترقی اردو کشن گنج، ۱۹۴۰ء)

143 - تاریخ امارت ص ۸۴، ۸۳ مرتبہ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ بحوالہ روئداد اجلاس خصوصی جمعیۃ علماء بہار۔

امیر الشریعۃ علماء کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا اور علماء کے اتفاق سے ہمارے پیرو مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب نفعنا اللہ والمسلمین ببرکات روحہ وقدس سرہ امیر الشریعۃ منتخب ہوئے، حاضرین نے نیابۃً مولوی محمد سجاد صاحب مہتمم مدرسہ انوار العلوم گیا کے ہاتھ پر بیعت امارت کی جن میں علماء کی کثیر تعداد اس کار خیر میں سبقت لے گئی"[144]

خود حضرت مولانا سجادؒ نے بھی اپنے مقالہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے:

"چنانچہ بحمد اللہ چند سالوں کی پیہم کوشش وتبادلۂ خیالات کے بعد ۱۹/ شوال ۱۳۳۹ ھ کو وہ مبارک ساعت آئی جس میں علماء کرام ومشائخ عظام اور اعیان بہار کے علاوہ بعض بیرونی علماء کرام کی باہمی مشاورت سے بمقام پٹنہ جمعیۃ علماء بہار کے اجلاس خصوصی میں امیر شریعت کا متفقہ طور پر انتخاب ہوا، نیابۃً بیعت عامہ لی گئی، محکمۂ شرعیہ کے قیام کا اعلان ہوا، اس طرح پر یہ نعمت عظمیٰ سب سے پہلے تمام ہندوستان کی سرزمین میں صوبہ بہار کو ملی، جو شاید قسام ازل نے بلحاظ اولیت اسی کے لئے ودیعت رکھی تھی"[145]

پہلی مجلس شوریٰ

تجویز میں مجلس شوریٰ کی تشکیل کا اختیار سہ رکنی کمیٹی (مولانا عبدالوہاب صاحب (دربھنگہ)[146]، مولانا صدیق صاحبؒ اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ) کو دیا گیا تھا۔۔۔ چنانچہ ان حضرات نے درج ذیل نو (۹)

----حواشی---

144 ۔لمعات بدریہ حصہ سوم ص ۲۰۱ بحوالہ مقالہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی تذکرۂ ابوالمحاسن۔

145 ۔مقالات سجاد ص ۱۳۷۔

146 ۔حضرت مولانا عبدالوہاب بلاسپور حیاگھاٹ ضلع دربھنگہ میں ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں پیدا ہوئے، مڈل پاس کر کے تجارت میں لگ گئے ،ایک رات خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ،اس کے بعد دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ مدرسہ عربیہ میں داخلہ لیا، پھر ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) میں حضرت شیخ الہندؒ کے پاس دورۂ حدیث پڑھا، حضرت شیخ الہند کے خادم خاص رہے، ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں تکمیل فنون کا نصاب مکمل کیا، اور امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، روحانی تعلیم

اصحاب علم کے ناموں کی سفارش کی اور حضرت امیر شریعت نے بحیثیت ارکان شوریٰ ان کو منظوری عنایت فرمائی:

☆حضرت مولاناشاہ محی الدین پھلوارویؒ (جو بعد میں امیر شریعت ثانی ہوئے)

☆حضرت مولاناعبدالوہاب صاحب (دربھنگہ)

☆حضرت مولاناعلامہ سید سلیمان ندویؒ

☆حضرت مولاناشاہ محمد نورالحسن پھلوارویؒ[147]

☆حضرت مولاناعبدالاحد صاحبؒ[148]

حضرت مولاناسید شاہ محمد علی مونگیریؒ سے حاصل کی۔

دیوبند سے فراغت کے بعد ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں مدرس ہوئے، پھر جلد ہی شیخ الحدیث اور مہتمم کے عہدے پر فائز ہوئے، درس وتدریس میں مشغول رہے، قرآن وحدیث سے خصوصی شغف تھا، سیکڑوں علماء نے آپ سے دورۂ حدیث پڑھا، تحریک آزادی میں بھی پیش پیش رہے، کئی بار جیل گئے، وعظ وخطابت میں شہرت رکھتے تھے، جون ۱۹۴۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۶۷ھ میں وفات پائی، اور علمی دنیا ایک گنجینۂ علم سے محروم ہوگئی، (مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند ص ۶۶، ۶۷ مرتبہ حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی بحوالہ مکاتیب گیلانی ص ۹۰ مرتبہ حضرت مولاناسید منت اللہ رحمانیؒ)

147 - حضرت مولانانورالحسن پھلوارویؒ بن مولاناحکیم محمد مخدوم محی الدین ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں پھلواری شریف میں پیدا ہوئے، تعلیم پھلواری شریف میں حضرت مولاناعبدالوہاب صاحبؒ سے حاصل کی، روحانی تعلیم اوراجازت وخلافت سلسلۂ منعمیہ کے مشہور بزرگ مولاناوحید الحقؒ سے حاصل ہوئی، جید عالم دین اور فقیہ تھے، امارت شرعیہ کے پہلے قاضی تھے، قضا کی خداداد صلاحیت حاصل تھی، بہت سے علماء نے آپ سے کار قضا کی تربیت حاصل کی، ۳/رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴/اپریل ۱۹۵۶ء کو آپ کی وفات ہوئی، پھلواری شریف میں مدفون ہیں۔ (تذکرہ علماء بہار ج ۱ ص ۴۰۵ مؤلفہ مولاناابوالکلام شمسی قاسمی)

148 - اسم گرامی عبدالاحد، والد ماجد کانام: سرکار ارادۃ اللہ، آپ ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے، اور ۱۸/مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۲۵/ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ کو وفات پائی، "جالہ" آپ کا مولد ومدفن ہے، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، اس کے بعد عربی تعلیم کے لئے مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل ہوئے پھر مدرسہ جامع العلوم مظفر پور میں تعلیم حاصل کی، اور اسی زمانے میں حضرت مولانانصیر الدین نصرؔ (مظفر پوریؒ) سے بھی خصوصی استفادہ کیا تھا، اس کے بعد حضرت نصرؔ ہی کی ہدایت کے مطابق آپ کانپور تشریف لے گئے، پھر آپ ہی کے ایما پر کانپور سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے،

۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی، دوسرے سال آکر فنون کی تکمیل کی

☆حضرت مولانا فرخند علی سہسرامیؒ

☆حضرت مولانا کفایت حسین صاحبؒ

☆حضرت مولانا زین العابدین صاحب (ڈھاکہ، چمپارن)

☆حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحبؒ (دیورہ)[149] جن کو بعد میں مجلس شوریٰ نے پہلا ناظم امارت شرعیہ مقرر کیا[150]۔

خانقاہ رحمانی مونگیر کی طرف سے اپنے متوسلین کو ہدایات

انتخاب امیر شریعت کا اجلاس انتہائی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، تمام ہی معتبر اداروں اور مؤقر علماء ومشائخ نے اس پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا، اور اپنے اپنے حلقے کو امیر شریعت کی اطاعت کی تلقین کی

،ڈیڑھ سال حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں رہے، کچھ دنوں حضرت تھانویؒ کی صحبت میں بھی رہ کر استفادہ کیا، طب آپ نے مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پڑھی اور اسی کو ذریعۂ معاش بنایا، مدرسہ احمدیہ مدھوبنی (جو اس وقت علاقہ کا ممتاز مدرسہ تھا) میں آپ شیخ الحدیث تھے، کچھ دنوں آپ نے کلکتہ میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیں، وہاں آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد کی رفاقت حاصل ہوئی، امارت شرعیہ بہار کے اولین معماروں میں ہیں، علم غیب اور بشریت رسول وغیرہ کے موضوعات پر آپ کے بعض غیر مطبوعہ رسائل بھی تھے افسوس کہ وہ محفوظ نہ رہ سکے (حیات مجاہد مرتبہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانیؒ ص ۲۹ تا ۳۱، طبع ۲۰۰۲ سنہ ۲۰۰۳ء، حیدر آباد ☆ مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند ص ۶۲ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ مفتی دارالعلوم دیوبند ناشر دفتر اجلاس صد سالہ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء)

149 - حضرت مولانا سید عثمان غنی صاحب کا تعلق اساس دیورہ ضلع گیا کے خانوادۂ سادات سے ہے۔ رجب ۱۳۱۳ھ مطابق جنوری ۱۸۹۶ء میں آپ کی پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور فراغت حاصل کی، قیام دیوبند کے زمانہ ہی سے حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ و مولانا مدنیؒ کی تحریکی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے تھے، وطن آئے تو حضرت مولانا سجاد کی سرپرستی میں ان کا یہ جوہر کھل کر سامنے آیا، امارت شرعیہ قائم ہوئی تو اس سے وابستہ ہوگئے، اور تادم آخریں امارت شرعیہ کے لئے وقف رہے، امارت شرعیہ کے پہلے باقاعدہ ناظم اور پہلے باقاعدہ مفتی ہوئے، جریدۂ امارت کی ترتیب بھی آپ سے متعلق رہی، اپنے ہم وطن مشہور بزرگ حضرت شاہ فدا حسین عثمانی دیورویؒ سے بیعت تھے، ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۸ / دسمبر ۱۹۷۷ء کو پٹنہ میں انتقال فرمایا اور خانقاہ مجیبیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (مزید حالات کے لئے دیکھئے فتاوی امارت شرعیہ اور "ٹوٹے ہوئے تارے" از شاہ محمد عثمانی)

150 - حیات سجاد ص ۱۳۵ مضمون مولانا عثمان غنیؒ۔

،اس موقعہ پر حضرت مولانا شاہ محمد علی مونگیریؒ (خانقاہ رحمانی) کی طرف سے جو ہدایت نامہ جاری ہوا اس کا یہ حصہ بے حد اہم اور تاریخی ہے:

"امارت شرعیہ کا خاص مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں، اور اسلام کی عملی زندگی میں روح پھونکیں اس سے میری دلی خواہش ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً ہمارے متوسلین "امارت شرعیہ" کے مقاصد کی تکمیل میں مستعدی سے حصہ لیں، اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

اخیر میں یہ فقیر اپنے خاص محبین سے اتنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو امیر شریعت ہیں، انہوں نے میرے کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے، اب تمام محبین سے بہ اصرار منت کہتا ہوں، کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں، بلکہ اسلام میں اتفاق کی بنیاد قائم کریں، تاکہ صوبہ بہار کا اتفاق تمام ہندوستان کے لئے نظیر ہو جائے، اور اس نازک وقت میں سب مل کر پوری سعی اور توجہ کے ساتھ مخالفین اسلام آریہ وغیرہ جو اسلام کے مٹانے میں نہایت سرگرم ہیں، پوری مستعدی کے ساتھ تحریری اور تقریری ہر ممکن صورت سے ان کا مقابلہ کریں"[151]

دفتر امارت شرعیہ کا قیام

۹/ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ (۱۵/ جولائی ۱۹۲۱ء) خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے احاطہ میں دفتر امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، اور حضرت مولانا سجادؒ کی تحریک پر مجلس شوری نے مولانا محمد عثمان غنیؒ کو پہلا ناظم امارت شرعیہ مقرر کیا۔

جمعیۃ علماء بہار نے کچھ ماہ قبل اپنی ایک تجویز کے ذریعہ بیت المال اور دارالقضاء قائم کیا تھا قیام امارت کے بعد مجلس شوریٰ نے بیت المال اور دارالقضاء کو حضرت امیر شریعت کی نگرانی میں لے لیا، حضرت مولانا شاہ محمد نورالحسن پھلرویؒ کو امارت شرعیہ کا پہلا ناظم بیت المال اور قاضی شریعت مقرر کیا گیا۔

----حواشی--

151 - تاریخ امارت ص ۸۶۔

دفتر امارت شرعیہ اور بیت المال کے قیام کے بعد محررین، مبلغین، عمال اور محتسب مقرر کئے گئے [152]۔

حضرت امیر شریعت اول مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی کا زمانۂ امارت گو بہت مختصر (دو سال چار ماہ) رہا اور ۱۶/ صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶/ ستمبر ۱۹۲۴ء کو آپ کا انتقال ہو گیا، لیکن یہ زمانہ امارت کے تعارف واستحکام کے حق میں بہت بابرکت ثابت ہوا، حضرت مولانا سجادؒ نے امیر شریعت کی طرف سے پورے صوبہ کا دورہ فرمایا، اور تمام مسلمانوں سے نیابۃً بیعت لی۔

حضرت امیر شریعت اول کا پہلا فرمان

حضرت امیر شریعت اول نے انتخاب کے بعد درج ذیل پہلا فرمان جاری کیا:

"خدا کا شکر ہے کہ صوبۂ بہار واڑیسہ کے علماء ومشائخ امارت شرعیہ جیسے اہم مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہو گئے اور بحمد اللہ نہایت جوش وعزم راسخ کے ساتھ بحسن وخوبی اس امر کو متفقہ طور پر انجام دیا اور تمام ہندستان کے لئے ایک مہتم بالشان نظیر قائم کر دی۔ مگر اس امارت کا بار گراں مجھ ضعیف وناتواں کے کاندھے پر ڈالا گیا جس کے لئے میں تیار نہ تھا لیکن اب جب کہ حضرات علماء ومشائخ نے اس اہم منصب کے لئے متفقہ طور پر مجھ کو منتخب کیا ہے اور اطاعت وفرماں برداری کی بیعت کر لی اور نیز عوام کی ایک کثیر جماعت نے بھی بیعت کر لی تو اب میں نہایت عزم و استقلال کے ساتھ اس اہم منصب کے فرائض کی ادائیگی کے لئے اپنے دل میں خاص جوش پاتا ہوں اور اللہ تعالی کی توفیق پر اعتماد کر کے ہر طرح تیار ہوں لہذا آج میں عام اعلان کرتا ہوں، تمام خاص وعام کو متنبہ ہونا چاہیے کہ اس دور پر فتن اور شورش کے زمانہ میں سب سے بڑی سعادت جو تم کو ملی ہے وہ یہی قیام امارت شرعیہ ہے اگر تم نے اس کی قدر کی اور اس کی منزلت کو پہچانا اور اپنے عہد ومیثاق پر قائم

----حواشی--

152 -حیات سجاد ص ۱۳۶،۱۳۵ مضمون مولانا محمد عثمان غنی صاحبؒ۔

رہے تو پھر انشاء اللہ تمام مصائب خس و خاشاک کی طرح اڑ جائیں گے۔۔ صرف ایمان، خوف خدا اور حزم و احتیاط کے ساتھ استقلال کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو سمجھ لیناچاہیے کہ اس امارت کا مقصد کیاہے، خدمت و حفاظت، بقائے عزت و ناموس دین، اجرائے احکام شرعیہ جو بجز اجتماعی قوت کے ممکن نہیں ہے، اور اسی لئے مقاصد و مصالح شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر میں اسی نوع کے احکام جاری کروں گا جس سے حیات اجتماعی کو تعلق ہو اور وہ ایسے احکام ہوں گے جو مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف نہ ہوں، ہمارا فرض ہو گا کہ کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے، چونکہ یہ بیعت ہر شخص کے لئے نہایت ضروری ہے اس لئے قریب کے لوگوں کو یہاں آکر بیعت کر لینی چاہئے اور دوسرے اضلاع کے لئے میں اپنے نائب کو ایک وفد کے ساتھ بیعت لینے اور تشریح احکام کے لئے عنقریب روانہ کروں گا۔

محمد بدرالدین ۲۰ / شوال المکرم ۱۳۳۹ھ "[153]

مولانا عبدالحکیم اوگانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد بہار کے مختلف شہروں میں مولانا سید شاہ محی الدین اور مولانا مرحوم کی سرکردگی میں امارت کا وفد گشت لگاتا رہا، اور مسلمانوں سے شرعی اور اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد و پیمان اور قول و قرار لیتا رہا، اور دیکھا گیا کہ مسلمانوں نے پوری عقیدت اور خلوص کے ساتھ وفد کا خیر مقدم کیا، اور اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا"[154]

----حواشی--

153 ۔ مجموعۂ فرامین حصۂ اول۔ حضرت امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ۔ مدظلہ العالی۔ مرتبہ مولانا ابوالبیان صاحب اعجاز گیلانی ناظر دارالامارۃ الشرعیۃ صوبہ بہار واڑیسہ، مطبوعہ دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف۔ ۱۳۰۴ھ ☆ امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۸۱ مؤلفہ حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

154 ۔ محاسن سجاد ص ۸۔

حضرت امیر شریعت اول کی آخری ہدایت

حضرت امیر شریعت اول نے اپنی وفات سے قبل اپنے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ قمر الدین پھلواروئ کے ہاتھ سے درج ذیل تحریر املا کرائی جس کو ہم ملت کے نام حضرت کی وصیت کہہ سکتے ہیں:

"شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کو جو صورت تنظیم تعلیم فرمائی ہے اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی، وہ یہ کہ ہر موقعۂ انتظام میں زمام نظم کسی ایک شخص کے اختیار میں دے دیا جائے، اور سب لوگ اس کی اعانت کریں، حدیث شریف میں ہے "اذاخرج ثلٰثۃفی سفر فلیؤمر واحدھم (تین شخص بھی اگر سفر میں نکلیں تو چاہئے کہ وہ لوگ ایک شخص کو امیر بنالیں (جامع صغیر بسند حسن بحوالہ ابن ماجہ)[155]"

"مسئلہ انتخاب امیر شریعت" (ثانی)

حضرت امیر شریعت اول کے وصال کے بعد کسی ممکنہ اندیشہ سے بچنے کے لئے بلا تاخیر "مسئلہ انتخاب امیر شریعت" کے عنوان سے حضرت مولانا سجادؒ نے ایک پمفلٹ شائع فرمایا، جس کا مضمون یہ تھا:

"حضرت مولانا سید شاہ حاجی محمد بدرالدین صاحب امیر شریعت قدس سرہ العزیز کی وفات سے جہاں اور قسم کی پریشانیاں مسلمانوں کو لاحق ہوئی ہیں، وہاں بہت سے مسلمانوں کو تشویش ہوگی، اور فکر مند ہونگے کہ اب امارت شرعیہ کے متعلق کیا ہوگا، کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ امارت کا وجود نہ کوئی مخفی سیاسی چیز ہے، اور نہ وقتی شئے، بلکہ یہ خالص مذہبی اصول و شرعی حکم کے ماتحت مسلمانوں کی حیات و زندگی کے لئے لازمی چیز ہے، اور تمام اہل علم و اکثر ارباب حل و عقد نے مناسب غور و خوض کے بعد اس چیز کی بناڈالی، اور ہندوستان کے ہر صوبہ کے لئے ایک بہترین

----حواشی---

155 ۔ حسن حیات ص ۱۲۶،۱۲۵☆ تاریخ امارت ص ۹۲ بحوالہ حاشیۂ معارف۔

نمونہ پیش کیا۔ اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو پیش نظر ہیں اور منتہائے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہئے اور مسلمانوں کو جس طرح پر قرون اولیٰ کی طرح متحد ہو کر ایک طاقتور ہستی بن جانا چاہئے، ابھی تک یہ سب نہیں ہوا، اور شاید ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا ہو گا۔

اس وقت مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عام مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ جن مقاصد کے لحاظ سے امارت شرعیہ قائم ہوئی ہے، اس کی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ ان شاء اللہ برابر قائم رہے گی، اس کے قیام وبقا کی حیثیت سے کوئی تشویش کی وجہ نہیں ہاں ایک مسئلہ جدید انتخاب کا ہے اس کے لئے ایک تاریخ معین ہو گی، تمام ارباب حل وعقد کو دعوت دی جائے گی، اور بہت جلد نہایت آزادی کے ساتھ انتخاب عمل میں آئے گا، چنانچہ تاریخ انتخاب معین کرنے کے پہلے جمعیۃ علماء بہار کے ارکان منتظمہ ودیگر معزز علماء وارکان شوریٰ امارت کو ۱۹/ صفر ۱۳۴۳ھ کو طلب کیا گیا ہے جو تاریخ اجلاس جمعیۃ علماء بہار وطریق انتخاب امیر شریعت باہمی مشورہ سے طے کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ دو ہفتہ کے اندر انتخاب عمل میں آئے گا۔۔۔ لیکن اس سے پہلے امارت کا کام جس طرح تھا بدستور جاری رہے گا، اور جتنے عہدہ دار وارکان تھے وہ سب کے سب بدستور رہیں گے، اور نائب نیابتاً تمام خدمات کو انجام دیتا رہے گا، یہی مسئلہ شرعی ہے اور یہی اصول ہے۔

خدا کی ذات سے امید ہے کہ علماء بہار وعقلاء بہار کو اللہ پاک نے جس طرح پہلے توفیق دی تھی، کہ تمام نفسانیت وخودرائی وخودپسندی چھوڑ کر دین قویم کے اصول واحیاء کے لئے ایک ذات پر متفق ہو کر بیعت اطاعت کرلی تھی، اب بھی ایسا ہی کریں گے، اور بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کے بعد اب کبھی نہ بھولیں گے، اور اصل مقصد پر نگاہ کر کے جس طرح تمام اختلافات سے علٰحدہ ہو کر ایک شخص کو اپنا

امیر بنایا تھا ویسا ہی اب بھی کریں گے"[156]

جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کا اجلاس

۱۹/ صفر ۱۳۴۳ھ (۱۹/ ستمبر ۱۹۲۴ء) بروز جمعہ بوقت ۳/ بجے دن حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب کے مکان پر جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کا مشترکہ اجلاس انتخاب امیر کے مسئلہ پر غور وخوض کے لئے منعقد ہوا، جس میں درج ذیل حضرات نے شرکت کی:

☆مولانا محمد یوسف صاحب رمضان پور

☆مولانا عبد الشکور صاحب بہار شریف

☆مولانا سید شاہ محمد اسمعیل صاحب

☆مولانا ابو الخیرات صاحب سیوان

☆مولانا ریاض احمد صاحب بتیا

☆مولانا خیر الدین صاحب گیا

☆مولانا عبد اللطیف صاحب گیا

☆مولانا محمد طہٰ صاحب بہار شریف

☆مولانا عبد الکریم صاحب گیا

☆مولانا عبد الحکیم صاحب گیا

☆مولانا عبد الحمید صاحب دربھنگہ

☆مولانا عبد العزیز صاحب دربھنگہ

☆مولانا عبد الوہاب صاحب دربھنگہ

☆مولانا محمد یسین صاحب آرہ

☆مولانا سید شاہ نور الحسن صاحب قاضی پھلواری شریف

----حواشی---

156 - تاریخ امارت ص ۹۰ تا ۹۲

☆مولاناسید محمد اسحاق صاحب نبیرۂ حضرت مولاناسید محمد علی صاحب مونگیر

☆مولانافرخند علی صاحب سہسرام

☆مولاناابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت

☆مولانامحمد عثمان غنی صاحب ناظم امارت شرعیہ

☆مولانامقبول احمد صاحب دربھنگہ

☆مولانادیانت حسین صاحب دربھنگہ

☆مولاناقمرالدین صاحب دربھنگہ

☆مولاناعبدالغفور صاحب آرہ

☆قاضی احمد حسین صاحب گیا

☆مولاناحسن آرزو صاحب پھلواری شریف

☆مولاناعبدالہادی صاحب پھلواری شریف

☆مولاناعبیداللہ صاحب امجھر شریف گیا

☆مولاناعبدالصمد رحمانی صاحب مونگیر

☆مولانااحمداللہ صاحب گیا

☆مولاناسید محمد صاحب گیا

اس اجلاس میں علاوہ دوسری تجویزوں کے حضرت امیر شریعت اول کی وفات کے لئے تجویز تعزیت منظور کی گئی ،اورانتخاب امیر کے لئے۸،۹ / ربیع الاول ۱۳۴۳ھ (۷،۸ / اکتوبر ۱۹۲۴ء) کی تاریخ بمقام پھلواری شریف طے کی گئی،جس میں اراکین جمعیۃ علماء بہار کے علاوہ دیگراہل الرائے کو بھی مدعو کیاجانامنظور ہوا،اوراجلاس کی صدارت کے لئے حضرت مولاناسید شاہ محمد علی مونگیریؒ کااسم گرامی

تجویز کیا گیا، مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت مولانا قمر الدین پھلواروی[157] مقرر ہوئے، مجلس استقبالیہ نے فوراً تمام علماء کرام واعیان بہار کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے، اخبارات میں بھی اعلانات شائع کرائے گئے ،حضرت مولانا سجادؒ کا پمفلٹ "مسئلہ انتخاب امیر شریعت "کی دوبارہ اشاعت کی گئی،اور بالآخر حسب تجویز مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء بہار ۹،۸ / ربیع الاول ۱۳۴۳ھ مطابق ۷، ۸ / اکتوبر ۱۹۲۴ء کو پھلواری شریف میں امیر شریعت ثانی کے انتخاب کے لئے عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیری (خانقاہ رحمانی) نے منظور فرمائی تھی، لیکن آپ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے اور آپ کی جگہ پر آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ لطف اللہؒ نے مسند صدارت کو زینت بخشی ، تلاوت و نعت کے بعد مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین پھلواروی نے انتہائی قیمتی خطبۂ استقبالیہ پیش فرمایا، جو بہت قیمتی معلومات پر مشتمل تھا، اور بے حد پسند کیا گیا، پھر صدر اجلاس حضرت مولانا سید شاہ لطف اللہ صاحبؒ نے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کا خطبۂ صدارت پڑھ کر سنایا، جس میں انتہائی مدلل اور علمی انداز میں مسئلۂ امارت پر تفصیلی بحث کی گئی تھی، اس سے پہلے اس مسئلہ پر اتنی مفصل علمی تحریر نہیں آئی تھی۔

----حواشی---

157 ۔حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین قادریؒ حضرت مولانا شاہ بدر الدین قادری پھلوارویؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت ۳ / ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۸ / اپریل ۱۸۹۵ء میں ہوئی، ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محی الدینؒ سے پڑھیں، پھر چند سال تک مولانا عبد العزیز امجھریؒ سے متوسطات تک کی کتابیں پڑھیں، اثنائے تعلیم مولانا امجھری کا انتقال ہو گیا، تو مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ میں داخل ہوئے، اور وہاں مولانا عبد الحمید ساکن راجو ضلع دربھنگہ ،اور مولانا مقبول احمد خان صاحب ساکن گوڑا ضلع دربھنگہ سے ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں درسیات کی تکمیل کی، فراغت کے بعد ایک بڑے اجلاس میں دستار بندی ہوئی جس میں مدرسہ حمیدیہ اور خانقاہ مجیبیہ کے اکابر علماء شریک ہوئے ، تعلیم باطنی اور اجازت وخلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کی، دو حج کئے اور شیوخ حرمین سے سند حدیث واجازت حاصل کی، مدینہ منورہ میں سید عبد اللہ بن محمد غازی سے قصیدہ بردہ کی اجازت بھی ۲ / ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ (۸ / مارچ ۱۹۳۵ء) کو حاصل ہوئی، تحصیل علم کے بعد کچھ دنوں درس وتدریس میں مشغول رہے، پھر تصوف میں مشغول ہو گئے، تصوف اور دیگر موضوعات پر کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، ۶، ۷ / شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ / ۲۶، ۲۷ / جون ۱۹۴۷ء کو اپنے بڑے بھائی کے انتقال کے بعد باتفاق رائے امیر شریعت ثالث منتخب ہوئے، آپ کی وفات ۳۰ / جمادی الثانیۃ ۱۳۷۶ھ / یکم فروری ۱۹۵۷ء کو شب جمعہ میں ہوئی، خانقاہ مجیبیہ کے قبرستان میں مدفون ہیں (تذکرۂ علماء بہار ج ا ص ۲۳۴، ۲۳۳ بعض تاریخی اصلاحات کے ساتھ)

اس کے بعد حضرت مولانا سجادؒ نے ملک سے آئے ہوئے مختلف پیغامات کی خواندگی فرمائی، مثلاً حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ (اس وقت کے نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند وغیرہ، اس اجلاس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی تشریف لانے والے تھے، لیکن ریلوے لائن کے خراب ہو جانے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، اس کی طلاع بھی مجمع کو حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے دی، جو تار کی صورت میں دیوبند سے آیا تھا۔

اس کے بعد انتخاب امیر کا عمل شروع ہو گیا اور کافی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد امیر شریعت ثانی کی حیثیت سے باتفاق رائے حضرت مولانا سید شاہ محی الدین پھلوارویؒ کا انتخاب عمل میں آیا[158] اور حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ بدستور نائب امیر شریعت کے منصب پر فائز رہے۔

---- حواشی--

158 - حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب قادریؒ ۳۰/ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ (۱۵/ دسمبر ۱۸۷۹ء) کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری پھلوارویؒ سے اور فارسی مولوی محمد کامل پھلوارویؒ سے حاصل کی، بقیہ درسیات مولانا شاہ حمید الحق پھلوارویؒ اور مولانا محمد عبد اللہ نقشبندی رامپوریؒ سے پڑھیں مولانا عبد اللہ رام پوریؒ مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی رامپوری کے ارشد تلامذہ میں تھے، سند فراغ مولانا عبد الرحمن صاحب ناصری گنج (تلمیذ ارشد مولانا عبد العزیز امروہویؒ) سے حاصل کی، ۱۱/ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ (۹/ جولائی ۱۹۰۰ء) کو بعد نماز ظہر خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپ کی دستار بندی ہوئی، اس جلسہ میں مولانا عبد اللہ رامپوریؒ، مولانا منیر الدین الہ آبادیؒ، مولانا عبد الوہاب الہ آبادیؒ، مولانا عبد الحمید عظیم آبادیؒ، مولانا شاہ صفت اللہ پھلوارویؒ، اور مولانا شاہ سلیمان پھلوارویؒ جیسی مقتدر شخصیات نے شرکت کی، بعض شیوخ حرمین سے بھی آپ کو اجازت حدیث حاصل ہوئی، شیخ احمد مکیؒ سے مسلسلات کی اجازت ملی، بیعت اپنے والد محترم سے ہوئے، اور ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، فراغت کے بعد عرصہ تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا، آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ عباس پھلوارویؒ، مولانا ابوالبرکات صاحب عیسیٰ پوریؒ، مولانا شاہ قمر الدین صاحب پھلوارویؒ، مولانا شاہ نظام الدین صاحب پھلوارویؒ، مولانا شاہ عزیز صاحب فریدی پھلوارویؒ، مولانا شاہ وارث امام صاحب مجیبی پھلوارویؒ، اور علامہ سید سلیمان ندویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دینی و ملی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہے، صوبہ بہار کی خلافت کمیٹی کے آپ صدر تھے، آرہ خلافت کانفرنس کی آپ نے صدارت فرمائی، اس موقعہ پر آپ نے بڑی مؤثر اور پر جوش صدارتی تقریر فرمائی، اس کے بعد ہی آپ کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، اور دوسرے مواقع پر بھی تقریر کرنے کے جرم میں وارنٹ جاری ہوئے لیکن اس کی تعمیل کبھی نہیں ہوئی۔

جمعیۃ علماء ہند کی تحریک میں بھی شامل رہے، جمعیۃ کے دوسرے اجلاس عام (۱۹۲۰ء) دہلی میں شرکت کی، جمعیۃ علماء بہار کے سالانہ اجلاس دربھنگہ کی صدارت فرمائی، اور نہایت بلیغ و عالمانہ خطبہ پڑھا۔

اپنے والد کے بعد ۱۹/ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹/ ستمبر ۱۹۲۴ء بروز جمعہ خانقاہ مجیبیہ کے صاحب سجادہ قرار پائے، اور

دوسرے دن (۹ / ربیع الاول) کو ۱۱ / بجے دن میں اندرون خانقاہ مجیبیہ ایک اجلاس عام منعقد ہوا، جس میں سب سے پہلے حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے یہ اعلان فرمایا کہ:

"کل کی مجلس جس کو انتخاب امیر شریعت کا حق دیا گیا تھا اس نے مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب کو باتفاق امیر شریعت منتخب کیا، اور اطاعت فی المعروف کا عہد واثق کیا

اس اعلان کو سن کر جملہ حاضرین کے چہروں پر بشاشت پھیل گئی، اس اجلاس میں قریب چار ہزار (۴۰۰۰) آدمی شریک تھے، اخیر میں نو منتخب امیر شریعت نے انتہائی پر سوز اور پر اثر خطاب فرمایا اور حاضرین سے سمع وطاعت کا عہد لیا۔

اس اجلاس میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ اور مولانا حافظ عبد الحلیم صدیقی بھی شریک ہوئے۔ اجلاس میں ان دونوں بزرگوں کی بھی پر جوش اور مؤثر تقریریں ہوئیں، پھر دعا پر جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا گیا[159]۔

---

۹ / ربیع الاول ۱۳۴۳ھ (۸ / اکتوبر ۱۹۲۴ء) کو ایک عظیم الشان اجلاس میں بالاتفاق امیر شریعت بہار و اڑیسہ منتخب ہوئے، جس میں تقریباً چار ہزار علماء، صوفیاء اور دانشوران شریک ہوئے، ۱۳/ شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ (۲۶ / فروری ۱۹۲۶ء) کو سعادت حج سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ ملک کے ممتاز عالم دین تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، فقہ کی جزئیات پر بڑی گہری نگاہ تھی، عربی ادب میں بھی بڑی دستگاہ رکھتے تھے، آپ کے یادگار چار خطبے، کچھ عربی خطوط اور عربی قصیدے ہیں، (جس کی تفصیل اعیان وطن میں موجود ہے) آپ کی کوئی مستقل تصنیف تو موجود نہیں ہے، لیکن مختلف مواقع پر جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس سے زور تحریر اور آپ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، حضرت سید احمد بن ادریس اویسی شاذلیؒ کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ (۲۴ صفحات) ہے، جو کتاب "محامد ثمانیہ واوراد شاذلیہ" کے آخر میں شائع ہو چکا ہے، شعر وشاعری کا بھی نفیس ذوق رکھتے تھے، آپ کے عہد میں امارت شرعیہ نے بہت زیادہ ترقی کی، آپ ہی کے عہد میں امارت شرعیہ نے سیاسی پارٹی قائم کی، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ (۲۲ / اپریل ۱۹۴۷ء) سہ شنبہ کو وفات پائی، (ماخوذ از: اعیان وطن (آثارات پھلواری شریف) ص ۹۸ تا ۱۰۱ مؤلفہ: حضرت مولانا حکیم سید شاہ شعیب نیر پھلوارویؒ، شائع کردہ: دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ ☆ تاریخ اطباء بہار ج ۲ ص ۱۹۳ تا ۲۰۲ مؤلفہ حکیم اسرار الحق ☆ امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۹۵، ۹۴ مؤلفہ: حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ ☆ محی الملۃ والدین" مؤلفہ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادریؒ)۔

159 - تاریخ امارت ص ۹۳ تا ۱۰۱۔

حضرت امیر شریعت ثانی کے عہد میں امارت شرعیہ کی توسیع وترقی

حضرت امیر شریعت ثانی کا زمانۂ امارت کافی طویل (۳۳سال سے زائد) رہا، اوراس دوران امارت کوکافی وسعت وترقی حاصل ہوئی، حضرت مولانا سجادؒ کو بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کی طویل مدت میسر ہوئی، آپ کے زمانۂ امارت میں حضرت مولاناؒ تقریباً ۱۵، ۱۶ / سال باحیات رہے ،اورامارت شرعیہ کوبام عروج تک پہونچادیا۔

امارت شرعیہ کی پالیسی کا اعلان

☆حضرت امیر شریعت ثانیؒ کے زمانے میں امارت شرعیہ کی آواز بہار کے گاؤں گاؤں تک پہونچانے کے لئے قاضی احمد حسین صاحب کی تحریک اور حضرت مولانا سجادؒ کی تائید سے دستخطی مہم شروع کی گئی، جس میں امارت شرعیہ کی تائید میں ایک تفصیلی مضمون مرتب کرکے اس پر مختلف مسلک ومشرب کے بیالیس (۴۲) ممتاز علماء سے دستخط کرائے گئے،اور مختصر رسالہ (۱۶صفحات) کی شکل میں اس کوبڑے پیمانے پر شائع کیاگیا،اس سے امارت شرعیہ کے تعارف اوراس کے نظام کی توسیع واشاعت میں کافی مدد ملی،اور عوام وخواص کااعتماد مضبوط ہوا[160]۔

اس رسالہ کاایک اقتباس(جس سے امارت شرعیہ کی پالیسی ظاہر ہوتی ہے)ملاحظہ فرمائیں:

"ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ امرنہایت قابل افسوس ہے کہ بعض حضرات تو ابتدا ہی سے اس معاملہ میں متردد رہے مگر یہ امر چنداں قابل تعجب نہیں ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیاگیا کہ ایک عرصہ دراز کی متروک العمل شے کے دوبارہ اجرامیں اس قسم کا تخیل ہوناکوئی مستبعد امر نہیں ہے، لیکن اس سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کچھ لوگ "امارت شرعیہ "کووہابیت کی نشرواشاعت کااور بعض حضرات بدعات کی ترویج کاذریعہ سمجھتے ہیں، لیکن یہ دونوں باتیں قطعاً غلط ہیں،اوریہ غلطی امارت شرعیہ کے طریقۂ کار سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہوئی ہے، مختلف فیہ مسائل میں جن کی

----حواشی---

160 ۔ حسن حیات ص ۱۴۰ تا ۱۴۷، یہ پورا مضمون اور علماء کرام کے اسماء گرامی اس کتاب میں موجود ہیں۔

ضرورت اجتماعی زندگی اوراسلامی تمدن میں نہیں ہے،امیر شریعت بحیثیت امیر شریعت نفیًا یااثباتًاکوئی حکم جاری نہیں فرمائیں گے،ان مختلف فیہ مسائل میں ہر مسلمان آزادہےاپنی تحقیق یااپنےاساتذہ وشیوخ کی تحقیق کی بناپر جس مسلک کو چاہے اختیار کرے، اس قسم کی آزادی جس طرح مامورین اور تمام مسلمانان بہار کے لئے ہے،اسی طرح خودامیر شریعت اور کارکنان امارت کے لئے بھی ہے"[161]

نظارت امور شرعیہ

امیر شریعت ثانی ہی کے عہد میں حضرت مولانامحمد سجادؒنے امارت شرعیہ کے استحکام وتوسیع کی غرض سے "مسودۂ نظارت امور شرعیہ "مرتب فرمایا، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے، کہ حضرت مولاناؒ اسلام کے مکمل اجتماعی نظام کے قیام کی جدوجہد کوجہاں ضروری سمجھتے تھے،وہاں دوسری طرف کم سے کم جو چیز مل سکتی ہو،اسے زیادہ سے زیادہ کی تمنامیں چھوڑنے کو بھی تیارنہ تھے،مسودہ مذکورہ حضرت مولاناؒکے اس خط کے ساتھ ذیل میں درج کیاجاتاہے،جو مولاناؒنے استصواب رائے کے لئے ذمہ داران کے پاس بھیجاتھا:

دفترامارت شرعیہ،صوبہ بہارواڑیسہ

پھلواری شریف پٹنہ ۲۵ / صفر۱۳۵۷ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منسلکہ خط مطبوعہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے، یہ خط مختلف صوبوں کے مسلمان وزراء کے نام بھیجناچاہتاہوں،اس مسودہ میں جس کمی بیشی کی ضرورت ہوکرکے بھیج دیں، تاکہ دوبارہ آپ کی رائے کی روشنی میں خط مرتب کرکے بھیج دوں،اس سلسلہ میں اور بھی مفید باتیں ذہن میں آئیں تومطلع فرماکر مشکور فرمائیں۔

میری آنکھ کی روشنی میں مرض کی وجہ سے کمی آگئی ہے،اس وجہ سے ایک حدتک خودلکھنے پڑھنے سے مجبورہوں۔ والسلام

---- حواشی --

161 ۔اختلاف مسلک اورامارت شرعیہ ص۹ شائع کردہ مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

(مولانا) ابو المحاسن محمد سجاد

(نائب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ)

دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار واڑیسہ

پھلواری شریف پٹنہ

مسودہ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک ضروری امر کے لئے یہ عریضہ بھیج رہاہوں امید ہے کہ آپ اس پر خاص توجہ فرمائیں گے۔

آپ کے علم میں ہے کہ ہندوستان میں علماء اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ رہاہے کہ یہاں کے نظام حکومت میں مسلمانوں کی تعلیم ،تربیت ،معاشرت ،اور قوانین مذہبی کے تحفظ کے لئے ایک مخصوص ادارہ قائم کیاجائے، لیکن ان بارسوخ حضرات کی وجہ سے جن کی نظر میں اس کی اہمیت نہ تھی، یہ مطالبہ وہ قوت حاصل نہ کرسکا، جس کا یہ مستحق تھا، اور انگریزوں کی اس کھلی روش کے بعد جوانہوں نے سو(۱۰۰) برس کے عرصہ میں ہندوستان سے اسلامی تمدن کے مٹانے میں اختیار کی ہے، یہ توقع رکھناکہ اس مطالبہ کووہ آسانی سے قبول کرلیں گے، عبث تھا، لیکن اس مقصد کے حصول کی کوشش حتی الوسع ہم لوگوں نے جاری رکھی ہے۔

اب جب کہ موجودہ اصلاحات کے نفاذ نے ہندوستان میں ناقص، لیکن قومی حکومت کی بنیاد رکھ دی ہے، اور بعض اموراب ایک حدتک نمائندگان جمہور کے ہاتھ میں آگئے ہیں، ان مقاصد کے حصول کی ایک راہ نکل آئی ہے۔

مسلمانوں کا کم ازکم مطالبہ یہ تھا، ایک بااختیار حاکم امور شرعیہ کی انجام دہی کے لئے

مقرر کیا جائے جو قاضی کا تقرر کرے اور مسلمانوں کے تمام امور مذہبی (جن کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہو) کا نگراں رہے، اور خصوصیت سے مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا محافظ ہو، اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے بہتر راہ تو یہ تھی کہ اعلان بنیادی حقوق۔۔۔(Fundamentle Rights) کے سلسلہ میں ہندوستان کے نظام اساسی میں یہ چیزیں موجود ہوتیں، لیکن افسوس کہ یہ نہ ہوسکا۔

اب موجودہ حالات میں یہ مناسب ہے کہ نظام شرعی کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جائے ،جو موجودہ اصلاحات کے ذریعہ بآسانی چل سکے، اس سے اصلی مطالبہ تو پورا نہ ہوگا لیکن یہ ہوگا کہ ایک ناقص نقش تیار ہو جائے گا، اور کسی حد تک مسلمانوں کی بعض شکایات و مشکلات کا کچھ ازالہ ہو جائے گا۔

اسکیم یہ ہے:

ا- ہر حکومت میں "ناظر امور اسلامیہ" کا ایک عہدہ رکھا جائے (جو مختلف محکموں کے ڈائرکٹر کے مثل ایک عہدہ ہو اور یہ عہدہ دار کسی مسلمان وزیر کے ماتحت ہو) اور اس کے متعلق حسب ذیل امور ہوں:

(الف) مسلم اوقاف

(ب) تقرر قضاۃ یا تفویض اختیارات قاضی، یا جیوری کے تعین میں مشورہ دینا۔

(ج) ہندوستانی بین الاقوامی معاملات کے متعلق اسلامی بین الاقوامی اصول کے ماتحت حکومت کو مشورہ دینا (اس کی رائے کا ان معاملات میں ایکسپرٹ (ماہر) کی رائے کی حیثیت سے لحاظ رکھا جائے۔

(د) تعلیم کے ہر صیغہ اور درجہ میں مذہبی تعلیم کا نظم یا نگرانی (جیسی صورت حال اور ضرورت ہو) اس کے تحت ہو۔

(ہ) مسلمانوں کے پرسنل لاء کے متعلق قانون سازی کی نگرانی اور اس کے متعلق اگر کوئی غلطی ہو رہی ہو یا کسی ذریعہ سے ہو گئی ہو تو حکومت کو اصلاح کا مشورہ دینا۔

(۲)ناظر اموراسلامیہ "کے ساتھ ایک مختصر مجلس مشورہ لائق مسلمانوں کی ہو۔

(۳)تمام تقرریاں اورانتخاب مؤقت ہوں۔

(۴-الف)متذکرہ محکمہ کے ساتھ ساتھ حکومت ایک قانون "فسخ نکاح"طلاق وتفریق ،،وخلع وغیرہ کے لئے اسلامی اصول کے ماتحت پاس کرائے، جس سے وہ مشکلات دور ہوجائیں،جو موجودہ عہد میں شرعاً قاضی مجتہد کے فقدان سے لاحق ہیں اور ہوں گی۔

(ب)تقرر قاضی کے لئے فی الحال یہ صورت اختیار کی جائے کہ مسلمان منصف اور جج کے تقرر کے معیار میں اس کا لحاظ رکھاجائے، کہ فقہ اسلامی کی براہ راست معلومات ان کو ہوں ، یا اقل درجہ اس خاص صنف میں ہندوستانی (اردو) میں ضروری تالیفات مہیا کردی جائیں،(اوراس کاڈیپارٹمنٹل امتحان بھی لے لیاجائے) اور تفویض اختیارات کے وقت ہائی کورٹ یاجوڈیشنل محکمہ جس کے بھی حدود ہوں ،ان ہی حکام کو نکاح،طلاق اور تفریق وغیرہ کے مقدمات کی سماعت کے اختیارات دیئے جائیں۔

(ج)ان مقدمات کی سماعت کاضابطہ اسلامی آداب قضا کے مطابق اردومیں تیار کردیا جائے،اس طرح تقرر قضاۃ کامسئلہ بغیر کسی مزید مالی بار کے کسی حد تک حل ہوجائے گا۔

"ناظر اموراسلامیہ "مسلم اوقاف کے ساتھ دوسرے امور حکومت انجام دے گا، توکوئی مزید مالی بار بھی حکومت پر ایسانہ پڑے گا،جو غیر معمولی ہو۔

ایک اور ضروری امر مسلمانوں کی فوری توجہ کامحتاج ہے،یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تمام تر تہذیب وتمدن اور معاشرت کی بنامذہب پر ہے،اب تک انگریزوں نے مسلمانوں کے تمدن کو مٹانے کے لئے طرح طرح کے نظریئے پیداکئے ان میں ایک یہ بھی تھاکہ "حکومت مذہبی تعلیم کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی"اب جب کہ نئ

اصلاحات نے صوبوں میں قومی حکومت کی ایک شکل پیدا کردی ہے، یہ حکومتیں جیسی کچھ بھی ہوں، بہر حال قومی حکومت ہیں، تو ان کو مسلمانوں کے اس جائز واجبی مطالبہ سے کہ تعلیم کے ہر درجہ میں مذہبی تعلیم کا نظم کیا جائے، بے اعتنائی نہ برتنی چاہئے، مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ وقت کے تمام مسائل سے اہم ہے، اس لئے حکومت اور قوم کو اس طرف فوراً توجہ کرنی چاہئے، کیونکہ مسلمانوں کے ہر اجتماعی اور انفرادی اخلاق کی کمزوری کی بنا ان کی مذہبی معلومات اور تربیت کی کمی ہی ہے، اوراس ایک اصلاح سے ان کی بہت سی کمزوریوں کی اصلاح بیک وقت ہو جائے گی، جو حکومت وقت اور ملک سب کے لئے یکساں مفید ہوگی۔

(مولانا) ابوالمحاسن محمد سجاد (نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ) پھلواری شریف پٹنہ[162]

اس پر حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:

"اگر مولانا (سجاد صاحبؒ) کی فکر اور امارت شرعیہ کے نظام کو مختلف صوبے قبول کرلیتے اور امیر الہند کا انتخاب ہو جاتا، اور مسلمانوں کے اس اجتماعی نظام کو ہندوستان کے دستور اساسی میں منوالیا جاتا تو یقیناً آج کے حالات کچھ اور ہوتے اور بار بار پرسنل لاء میں ترمیم اور دین میں مداخلت کا سوال کھڑا نہ ہوتا"[163]

----حواشی--

162 -امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۱۰۵ تا ۱۱۱۔

163 -امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۱۱۱۔

امارت شرعیہ حضرت مولانا سجادؒ کے عہد میں

امارت شرعیہ میں درحقیقت حضرت مولانا سجادؒ ہی مرکز اعصاب تھے، آپ میں منصوبے بنانے اوران کو عملی قالب میں ڈھالنے کی جو بے نظیر صلاحیت موجود تھی ،اس سے ایک زمانہ واقف ہے، حضرت امیر شریعت ثانیؒ مولانا شاہ محی الدینؒ حضرت مولانا سجادؒ کی وفات پر اپنا تاثران الفاظ میں بیان فرمایا:

"مفید تحریکات پیدا کرنا پھران کو عمل میں لانے کی جو صلاحیت یہ رکھتے تھے،اس صلاحیت کا دوسرا آدمی نظر نہیں آتا"[164]

حضرت مولانا سجادؒ کی حیات مبارکہ میں امارت شرعیہ کے بنیادی طور پر کل آٹھ (۸) مستقل شعبے قائم ہوئے، جن کے ذریعہ پورے بہار میں دینی، علمی اور ملی سرگرمیاں انجام دی گئیں:

ان شعبہ جات کا تفصیلی تعارف حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کی کتاب "تاریخ امارت "میں موجود ہے، یہاں بطورشہ سرخیاں ان کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

دارالقضاء

☆اس کے پہلے قاضی مولانا نورالحسن صاحب پھلوارویؒ مقرر ہوئے، یہ دارالقضاء پہلے انجمن علماء بہار کے ماتحت قائم ہوا تھا، بعد میں اس کو امارت شرعیہ کے تحت کر دیا گیا۔ پھر اس نظام میں مزید توسیعات ہوئیں، اور امارت شرعیہ نے اس میدان میں بڑی شہرت و نیک نامی حاصل کی، موجودہ ہندوستان میں اس سے بہتر اور بڑا نظام کہیں موجود نہیں ہے، بلکہ اس کو دنیا کے بڑے عدالتی نظاموں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سجادؒ کے زمانے میں قاضی شریعت کے بعض فیصلوں کے خلاف امیر شریعت کی خدمت میں جو اپیلیں دائر کی جاتی تھیں، ان کا جائزہ بحیثیت نائب امیر شریعت حضرت مولانا سجادؒ لیتے تھے، اور پھر اپنا فیصلہ جاری فرماتے تھے، ان میں سے بعض فیصلے "قضایا سجاد" کے نام سے امارت شرعیہ سے شائع

---- حواشی

---

164 -حیات سجاد ص ۶۸ مضمون حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین پھلوارویؒ۔

ہو چکے ہیں۔

دارالافتاء

☆دارالافتاء بھی قیام امارت کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا، جس میں خود حضرت مولانا سجادؒ ہی فتویٰ کا کام بھی کرتے تھے، حضرت مولانا کے فتاوی کا مجموعہ "محاسن الفتاویٰ" فتاویٰ امارت شرعیہ جلد اول کے نام سے امارت شرعیہ سے شائع ہو چکا ہے، لیکن بعد میں آپ کی مصروفیات کی بناپر یہ شعبہ مولانا محمد عثمان غنی صاحبؒ کے حوالے کر دیا گیا، اور آپ اس کے پہلے باضابطہ مفتی قرار پائے، بعد کے ادوار میں اس شعبہ سے بڑے اہم علماء وابستہ ہوئے مثلاً: مولانا عبد الصمد رحمانیؒ، مفتی عباسؒ، مفتی یحییٰ قاسمیؒ، اور مفتی صدر عالم قاسمیؒ وغیرہ۔

شعبۂ دعوت و تبلیغ

☆اس شعبہ نے بدعات و منکرات کے خاتمہ، ارتداد و انحراف کے فتنوں سے تحفظ اور دین حق کی توسیع واشاعت میں عظیم الشان خدمات انجام دیں، خود حضرت مولانا سجاد نے شدھی تحریک اور چمپارن کے علاقے میں گدیوں کے درمیان پھیلے ہوئے ارتداد کا مقابلہ کیا[165]

☆فتنۂ راجپال کے انسداد کے لئے حضرت مولانا سجادؒ نے صوبہ کے مختلف مقامات پر جلسے کرائے۔[166]

-----حواشی---

165- آپ کے تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ چمپارن میں گدی قوم کے تقریباً چار سو (۴۰۰) افراد العیاذ باللہ ارتداد کا شکار ہو گئے تھے، آپ کو خبر ملی تو خود تشریف لے گئے اور آپ کی کوششوں سے الحمد للہ تمام مرتدین تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے (حیات سجاد ص ۱۱۲، ۱۱۳)

166 - حیات سجاد ص ۱۳۷، ۱۳۶ مضمون مولانا محمد عثمان غنیؒ۔

"راجپال ایک آریہ تھا جس نے "رنگیلا رسول" نامی ایک ناپاک کتاب لکھی تھی، اور حکومت پنجاب نے جب اس پر مقدمہ چلایا تو ہائی کورٹ سے وہ رہا ہو گیا، اس واقعہ سے مسلمانان ہند میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا، اور خطرہ ہوا کہ مفسد اور شرپسند عناصر اسی طرح اپنے خبث کا مظاہرہ کریں گے، اس لئے پورے ہندوستان میں احتجاجی جلسے اور مظاہرے ہوئے، اور حکومت ہند سے قانون میں ترمیم کا مطالبہ کیا گیا،-----ایک مسلمان نے راجپال کو قتل کر دیا اور حکومت ہند نے قانون میں ایسی ترمیم منظور کی کہ دوبارہ اس طرح کی کوئی

اس سلسلے کی مزید تفصیلات کے لئے حیات ابوالمحاسن کا مطالعہ کریں۔

شعبۂ تنظیم

☆اس شعبہ کا مقصد ریاست کے ایک ایک فرد کو امارت شرعیہ سے وابستہ کرنا اور ہر بالغ کمانے والے شخص سے سالانہ محصول وصول کرنا ہے، اس کے لئے بعض علاقوں میں خود حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے بھی دورے فرمائے۔

چمپارن کے مسلمان حضرت مولانا سے بہت مانوس تھے، تقریباً ہر سال اواخر شعبان میں آپ وہاں کا دورہ فرماتے تھے، اور رمضان کا بڑا حصہ وہیں گذارتے تھے۔۔۔۱۹۳۴ء کے زلزلہ کے موقعہ پر بھی جب آپ کے اکلوتے صاحبزادہ کی وفات ہوئی تو آپ چمپارن ہی میں تھے۔۔ اسی طرح جس ملیریا بخار میں آپ کی وفات ہوئی آپ کے بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق اس کا آغاز بھی چمپارن ہی سے ہوا تھا[167]۔

☆چمپارن کے علاوہ سارن ، پورنیہ اور در بھنگہ وغیرہ کے اسفار بھی آپ نے بکثرت فرمائے، پورنیہ کا سفر نامہ تو بعنوان "ضلع پورنیہ کا دورہ – مسلمانوں کا جوش وخروش –خوش آئند توقعات "خود آپ کے قلم سے موجود ہے، جس میں مسلمانان پورنیہ کی دینی، اخلاقی اور معاشی صورت حال کا آئینہ بھی آگیا ہے[168]۔

☆اسی شعبہ کے تحت ہر چھوٹی بڑی آبادی میں مذہبی سربراہ مقرر کئے گئے جن کا اصطلاحی نام نقیب تھا، نقیب امیر شریعت اور عوام کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

شعبۂ تعلیم

☆اس شعبہ کا مقصد ریاست کے مسلمانوں میں تعلیمی شعور پیدا کرنا تھا، اس شعبہ کے تحت مختلف علاقوں میں مدارس و مکاتب اور اسکول قائم کئے، غریب طلبہ کے لئے وظائف کا انتظام کیا گیا۔

کتاب شائع نہ کی جاسکے "(حیات سجاد ص ۱۳۷ مضمون مولانا عثمان غنیؒ)

167 -حیات سجاد ص ۱۱۲، ۱۱۱ مضمون حافظ محمد ثانی صاحب۔

168 -دیکھئے "مقالات سجاد ص ۸۲ تا ۱۱۵۔

☆چمپارن کے دیہاتوں میں خود مولانا سجادؒ نے اپنی نگرانی میں مکاتب قائم کئے، خاص گدی قوم کے لئے بھی دو مکاتب قائم کئے گئے، جن کے اخراجات کی مکمل کفالت کی ذمہ داری امارت شرعیہ نے لی۔

☆۱۹۲۶ء میں جب قاضی احمد حسین صاحب کونسل کے ممبر تھے، توان کی کوششوں سے ایک مسلمان معلم کو گورنمنٹ کی طرف سے بحال کرایا گیا[169]۔

شعبۂ تحفظ مسلمین

☆اس شعبہ کا مقصد مسلمانوں کی جان ومال، دین وایمان اور عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے منظم کوششیں کرنا تھا۔

اس شعبہ کے تحت فسادات یاحادثات کے موقعہ پر مسلمانوں کی امداد کا خصوصی اہتمام کیاگیا، حضرت مولانا سجادؒ کے زمانہ میں ۲ / اگست ۱۹۳۷ء (۲۴ / جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ) کو بتیا میں انتہائی بھیانک فساد ہوا، بارہ (۱۲) مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے، بے شمار مکانات نذر آتش کئے گئے، مولاناؒ اس موقعہ پر بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے، اورانتہائی مشکل اور پر خطر راستوں کا سفر طے کر کے متعلقہ مقامات تک پہونچے، اور مسلسل چھ سات ماہ بتیا میں قیام فرمایا، بڑے بڑے قانون دانوں کی خدمات حاصل کیں اور مظلوموں کو انصاف دلا کر اور ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہونچا کر دم لیا،[170]۔

☆اسمبلی اور کونسل میں جب بھی کوئی ایسا مسودۂ قانون آیا جس کا کوئی اثر کسی اسلامی معاملہ پر پڑتا ہو تو سب سے پہلے حضرت مولانا محمد سجادؒ اس کی مخالفت فرماتے تھے۔

مولانا عثمان غنی صاحبؒ کا بیان ہے کہ:

"راقم الحروف کو خاص تاکید تھی کہ جب کوئی مسودۂ قانون یا کسی عدالت کا فیصلہ ایسا ہو جس کی زد کسی اسلامی قانون پر پڑتی ہو تو فوراً اس کی مخالفت میں مضامین

----حواشی--

169 -حیات سجاد ص ۱۱۵، ۱۱۴ مضمون حافظ محمد ثانی صاحب۔

170 -حیات سجاد ص ۱۱۵ تا ۱۱۸ مضمون حافظ محمد ثانی صاحب، وص ۱۳۰، ۱۲۹ مضمون حاجی عدالت حسین۔

لکھو اور جمعیۃ علماء ہند کو خط کے ذریعہ اطلاع دو"[171]

شعبۂ نشرواشاعت

☆اس کا مقصد ادارہ کا تعارف، ادارہ کے پیغامات کی ترسیل، دینی علوم کی اشاعت اور باہم افراد وعمال کے درمیان رابطوں کو مضبوط کرنا تھا، اسی شعبہ سے اولاً جریدۂ امارت جاری کیا گیا جس کی ادارت حضرت مولانا عثمان غنی صاحبؒ کے حوالے کی گئی، دفتر کے ناظم بھی مولانا عثمان غنی ہی تھے[172]۔

بیت المال

☆اس کا مقصد امارت کے مالی نظام کو مستحکم کرنا اور اس میں شفافیت پیدا کرنا تھا، حضرت مولانا شاہ قمرالدین پھلواروی(جو بعد میں امیر شریعت ثالث بھی ہوئے) پہلے ناظم بیت المال مقرر ہوئے۔۔۔ بعد میں جب قاضی احمد حسین صاحب مستقل دفتر امارت شرعیہ میں رہنے لگے تو انہوں نے نظام بیت المال کو کافی ترقی دی، قاضی صاحب چاہتے تھے کہ امارت شرعیہ کا بیت المال اس معیار کا ہو جس معیار کا سرکاری محکمۂ خزانہ ہوتا ہے، اس مقصد کے لئے وہ گیا کے رئیس شاہ مصطفےٰ احمد صاحبؒ کو جو ریاست بھوپال میں اکاؤنٹنٹ جنرل (مہتمم دفتر حضور) تھے، اور لندن سے کامرس کی ڈگری حاصل کی تھی، پھلواری شریف لائے شاہ صاحبؒ نے منشی عیسیٰ صاحبؒ کو ٹریننگ دی[173]۔

شعبۂ تربیت سپہ گری

امارت شرعیہ کا ایک اہم ترین شعبہ جس کا عموماً تذکرہ نہیں کیا جاتا شعبۂ تربیت سپہ گری وفنون حرب تھا، حضرت شاہ ابوطاہر فردوسیؒ نے اس کا ذکر کیا ہے:

"اور امارت کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سپاہیانہ فنون کے سکھلانے کا نظم کیا گیا تھا"[174]

----حواشی--

171 -حیات سجاد ص ۱۳۸،۱۳۷ مضمون مولانا محمد عثمان غنیؒ۔

172 -حسن حیات ص ۱۴۷۔

173 -حسن حیات ص ۱۴۹۔

174 -حیات سجاد ص ۷۲ مضمون شاہ ابوطاہر فردوسیؒ۔

امیر شریعت کی عدم موجودگی میں بحیثیت امیر شریعت

☆حضرت امیر شریعت ثانی کوانتخاب کے بعد ہی سفر حج پیش آگیا،شوریٰ نے طے کیاکہ امیر شریعت کی عدم موجودگی میں نائب امیر شریعت حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجادؒ امیر شریعت کی حیثیت سے کام کریں گے چنانچہ اس دوران حضرت مولاناسجادؒ امیر شریعت کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے[175]۔

حضرت مولاناسجادؒ کی صدارت میں مجلس شوری کاایک یادگاراجلاس

امیر شریعت کی حیثیت کی تحریری وضاحت

اس دورکاایک بہت قابل ذکرواقعہ مجلس شوریٰ کاوہ اجلاس ہےجو۱۹/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ (مطابق ۲/جولائی ۱۹۳۴ء)کوحضرت مولاناسجادؒ کی صدارت میں منعقد ہواتھا،یہ جلسہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں امیر شریعت کی حیثیت کی باقاعدہ تحریری طورپروضاحت کی گئی تھی،اس کی تفصیل شاہ محمد عثمانیؒ کی کتاب حسن حیات سے پیش ہے:

"امارت شرعیہ مسلمانوں کاایک مذہبی نظام ہےجو مسلمانوں کے بعض مذہبی اموروکو انجام دینے کے لئے قائم ہے،اورجس کااصول یہ ہے کہ جمعیۃ علماء کے انتظام سے ایک شخص کاانتخاب ہوتاہےاور اس صوبہ کے مسلمانوں کامذہبی سردارہوتا ہے، اور اپنی حیات تک مسلمانوں کامذہبی پیشواسمجھاجاتاہے،اس کے ماتحت ایک مجلس شوریٰ بھی ہوتی ہے جس سے وہ اپنے کاموں میں مشورہ لیتاہے،لیکن وہ مختار مطلق کی حیثیت رکھتاہے،اس کے ماتحت ایک مالی صیغہ بھی ہے جسے بیت المال کہتے ہیں،اس کا سکریٹری تمام مالیات کے آمدوخرچ کے لئے امیر اوراس کی مجلس شوریٰ کے سامنے جوابدہ ہے،اورانہی کی ہدایت کے مطابق تمام کاموں کوانجام دیتاہے،موجودہ امیر مولاناشاہ محی الدین سجادہ نشیں پھلواری شریف ہیں،اس بیان میں یہ بات واضح

----حواشی--

175 ۔حسن حیات ص ۱۴۷۔

کر دی گئی ہے کہ:

(ا)امیر شریعت مختار مطلق ہے یعنی وہ جمیعۃ علماء یا مجلس شوریٰ یا اور کسی ادارہ کا پابند نہیں ہے۔

(۲)امیر شریعت کا انتخاب جمیعۃ علماء کے انتظام سے ہوتا ہے، چنانچہ امیر شریعت رابع کے انتخاب تک یہ دستور رہا کہ جمیعۃ علماء نے ہی امیر شریعت کے انتخاب کے جلسہ کو بلایا جس میں ارکان جمیعۃ کے علاوہ صوبہ کے دیگر علماء وزعماء کو مدعو کیا گیا، اور اس میں امیر کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۳)امیر شریعت تازندگی امیر شریعت رہے گا۔

جب جمیعۃ علماء نے اپنے مقاصد سے محاکم شرعیہ کے قیام کی دفعہ نکال دی، تو یہ سوال اٹھتا رہا ہے، کہ اب امارت شرعیہ کا ہی کوئی انتخابی محکمہ بنا دیا جائے، جو نقباء اور دیگر کارکنان امارت کی مدد سے امیر کا انتخاب کرا دیا کرے۔۔۔

قاضی احمد حسین نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ انہوں نے یہ تجویز مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ کے رجحان کو مد نظر رکھ کر مرتب کی تھی، مولانا عبد الوہاب صاحب در بھنگہ نے اس سے اختلاف کیا تھا کہ امیر تازندگی امیر رہے لیکن شوریٰ نے ان کی رائے کو قبول نہیں کیا مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نے فرمایا، کہ ایسی کوئی نظیر قولی یا فعلی موجود نہیں ہے، کہ مسلمانوں کا امیر چند عرصہ کے لئے بنایا جاتا رہا ہو مولانا عبد الوہاب اس کا جواب دیتے تھے کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسا آدمی دو تو اس کو ساری زندگی امیر مان لیا جائے لیکن تم ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما تو دو گے نہیں اور کہو گے کہ اس کو ساری زندگی امیر مانو"

بہر حال مولانا عبد الوہابؒ نے رائے شماری میں اپنا اختلاف درج نہیں کرایا"[176]

۔۔۔۔حواشی۔۔

176 ۔حسن حیات ص ۱۴۸، ۱۴۷۔

امارت شرعیہ میں مالی بحران، اسباب اور حکمت عملی

حضرت مولانا محمد سجادؒ کے آخری دور حیات میں ایک بار امارت شرعیہ سخت مالی بحران سے دوچار ہوئی، یہاں تک کہ ملازمین کی تنخواہیں بھی مشکل میں پڑ گئیں، اس بحران کی وجہ ملک میں مسلم لیگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت تھی، امارت شرعیہ مسلم لیگ کی پالیسی کو پسند نہیں کرتی تھی، اور مذہبی امور میں بھی مسلم لیگ امیر شریعت کی رائے کو اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، اس سیاسی اختلاف کا اثر امارت شرعیہ کی آمدنی پر پڑا، اور سخت مالی بحران پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے امارت کے اخراجات میں تخفیف کرنی پڑی، بعض ملازمین کی تنخواہیں عارضی طور پر بند اور بعض کی کم کر دی گئیں[177] حالات ایسے سخت تھے کہ امارت شرعیہ کی بقا پر بھی سوالیہ نشان لگنے لگے، اس موقعہ کے کئی نایاب خطوط حضرت مولانا سجادؒ کے تحریر کردہ مولانا شاہ محمد عثمانیؒ نے اپنی کتاب "حسن حیات" میں محفوظ کر دیئے ہیں، ان میں سے ایک خط بطور نمونہ پیش ہے جو مولانا عثمان غنی صاحبؒ کے نام ہے، اور جن سے اس وقت کے مشکل حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

"۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

مکرمی و محترمی زاد لطفکم　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چونکہ اس سال مالی دقت تمام سالوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو رہی ہے، جو تمام

----حواشی----

177 - جہاں تک خود حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی اپنی ذات گرامی تھی تو وہ ان معاوضوں سے قطعی بے نیاز تھی، آپ کی خدمت خالصتاً فی سبیل اللہ تھی، جناب زکریا فاطمی صاحب شہادت دیتے ہیں کہ:

"مولانا مرحوم تقریباً ۲۲، ۲۳ سال تک قومی سرگرمیوں میں بلا معاوضہ اور بدون توقع کسی صلہ سرگرم کار رہے، نہ دن کو دن سمجھا، اور نہ رات کو رات، اپنے بال بچوں اور اعزہ واقربا تو کیا خود اپنے نفس کے آرام کا بھی مطلق خیال نہ کیا، اگر دل میں کوئی درد تھا تو قوم کا اور سر میں کوئی سودا تھا تو اسلام کا" (محاسن سجاد ص ۱۵)

البتہ آخر میں جب آپ کی موروثی زمینیں نیلام ہو گئیں تو غالباً امارت شرعیہ سے معمولی معاوضہ لینے لگے تھے، اس کا اندازہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی درج ذیل تحریر سے ہوتا ہے:

"ان کی زندگی نہایت سادہ تھی، غربت وعسرت کی زندگی تھی، گھر کے خوشحال نہ تھے، امارت سے معاوضہ بہت قلیل لیتے تھے، سفر معمولی سواریوں اور معمولی درجوں میں کرتے تھے" (محاسن سجاد ص ۴۱)

کارکنوں کو معلوم ہے، وظائف کی ادائیگی ناممکن سی ہورہی ہے، تقاضا بھی شدید ہوتا ہے، کوئی صورت امید افزا بھی نہیں ہے، اس لئے ان حالات پر آج غور کیا گیا ،اخراجات کو کم کرنے کی کوشش کی گئی،اور حضورامیر شریعت مدظلہ میں تمام صورت حال کا نوٹ اور تخفیف کا خاکہ پیش کیا گیا، حضور امیر شریعت نے بھی آج ہی اس پر منظوری دے دی ہے، اس لئے آج ہی آپ کو اس کی اطلاع دے دینا بھی ضروری ہوا کیونکہ یکم جمادی الاول سے اس پر عمل درآمد ہو گا۔

اس میں جو تجویز منظور ہوئی ہے یہ بھی ہے کہ آپ کا اور مولانا قاضی سید نورالحسن صاحب کا عہدہ اعزازی باقی رکھتے ہوئے کل وظیفہ ساقط کر دیا گیا، اور چند مبلغین کا وظیفہ موقوف کرکے ان کو یہ حق دیا گیا، کہ سفارت کی خدمت با کمیشن انجام دے سکتے ہیں، اور دفتر میں اکثر بقیہ لوگوں کے وظیفہ میں تخفیف کی گئی ہے۔

اس کے باوجود بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اخراجات کے مطابق آمدنی ہو گی یا نہیں، دعا فرمایئے کہ امارت شرعیہ کا نظام اور کام جاری وباقی رہے، اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے جن سے مشکلات پر قابو پانا سہل ہو جائے، آپ تو خود پورے حالات سے واقف ہیں۔ والسلام

دستخط مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد[178]

اکابر نے پیٹ پر پتھر باندھ کر امارت شرعیہ کی حفاظت کی

یہ وہ مشکل ترین حالات تھے جن میں امارت شرعیہ کے اکابر پیٹ پر پتھر باندھ کر ملت اسلامیہ کی خدمات انجام دے رہے تھے، لیکن دوسری طرف معاندین کے خیمہ میں مسرت کی لہر جاری تھی اور ان کے بعض قائدین امارت شرعیہ کے خاتمہ تک کی پیش قیاسی کرنے لگے تھے۔۔۔ اور شمس ہاشمی صاحب کو ان کے دفاع میں لکھنا پڑا تھا کہ:

----حواشی--

178 ۔ حسن حیات ص ۱۵۱،۱۵۰۔

"مسلمانان ہند ابھی مدت مدید تک اس امر پر غور کرتے رہیں گے کہ امارت شرعیہ کا تصور صحیح ہے یا غلط؟ لیکن فیصلہ "امارت شرعیہ کے نظام" کو محو و منسوخ کرنے کا اگر قوم کبھی بھی دے گی تو وہ دن اس کی مذہبی زندگی کا آخری دن ہو گا، جو تاریخ اسلام میں ایک "نیا کربلا" پیدا کر دے گا، آخر حضرت امام حسینؓ بھی تو خلاف جمہور ہی آمادۂ پیکار نظر آئے۔۔۔ووٹ کے اعتبار سے تو میدان کربلا میں ان کے صرف بہتر (۷۲) ووٹ تھے اگر آپ کو شبہ ہو تو علامہ اقبالؔ کی سند حاضر ہے ؎

دشمناں چو ریگ صحرا لاتعد

دوستان او بہ یزداں ہم عدد[179]

امارت شرعیہ کی سیاسی مخالفت

امارت شرعیہ کے قیام سے قبل جو شبہات و اعتراضات تھے وہ اپنی جگہ تھے (جن میں بعض اہم اعتراضات کا ذکر پہلے آچکا ہے) لیکن امارت شرعیہ کے قیام کے بعد اس کی زیادہ تر مخالفت سیاسی بنیادوں پر کی گئی، جن میں بعض بظاہر اعتدال پسند حضرات بھی شامل ہو گئے تھے، حضرت مولانا محمد سجادؒ کے تلمیذ رشید مولانا اصغر حسین بہاریؒ کا بیان ہے کہ:

"بعض اعتدال پسند دوستوں نے مولاناؒ کو ان تمام خوبیوں کا حامل تسلیم کرتے ہوئے بتایا کہ ان سے ایک بڑی غلطی ہوئی، کہ امارت شرعیہ کو پارٹی الیکشن میں استعمال کر کے امارت کو صدمہ پہونچایا، کیونکہ امارت ایک ہمہ گیر ادارہ ہے، اس کی شان مسلمانوں کی پارٹی بندیوں کی لعنت دور کرنا تھی، نہ کہ خود ایک فریق کی حیثیت اختیار کرنا۔۔۔۔اس میں شک نہیں کہ ظاہر نظر میں یہ اعتراض وقیع معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک بڑا مغالطہ ہے، جس کے ہمارے دوست شکار ہو گئے ،۔ ۔بے شک پارٹی بندیوں اور تفرقہ اندازیوں کو ختم کرنے یا کم سے کم سب

----حواشی---

179 ۔محاسن سجاد ص ۱۵۴۔

پارٹیوں میں ہم آہنگی پیدا کر کے وحدت قائم کرنا امارت کا نصب العین ہے، لیکن ساتھ ہی اسلامی قوانین وشعائر کے احترام کو باقی رکھنا بھی امارت کا اولین فریضہ ہے ، اور آئین شرع کو اغراض پرستوں کے ہاتھ کھلونا ہونے سے بچانا عین مقصد امارت ہے، اب دیکھئے کہ موجودہ حکومت نے نمائندگان عوام کو ملکی قوانین بنانے کا اختیار دے رکھا ہے، مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کا نمائندہ کونسلوں میں جاکر اسلامی آئین اور مذہبی قوانین بلوں پر مہر تصدیق ثبت کر کے توہین اسلام کا مظاہرہ پیش کرتا ہے اور جب علماء مذہب کی جمعیۃ تنبیہ کرتی ہے، تو لبیک کہنے کے بجائے اس کو ٹھکرا دیتا ہے، تو کیا آئین اسلام کے استحفاظ کے لئے کونسلوں میں ایسے ممبران بھیجنا ضروری نہیں جو اسلامیات کے متعلق علماء دین کے فیصلہ کو شاہراہ عمل قرار دیں اور ایسے افراد کو ممبر ہونے سے روکنا فرض نہیں جو کونسلوں میں پہونچ کر بل کے پاس کرنے میں شریعت کا پاس نہ رکھیں، اب اگر اس سلسلہ میں پارٹی بندی لازم آتی ہے ، تو امارت اس کی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ وہ مطلق العنان امیدوار ہے، اس واسطے پارٹی بندیوں کے الزام وجرم سے امارت کا دامن بالکل پاک ہے"[180]۔

لیکن اللہ پاک نے حضرت مولانا سجادؒ اور آپ کے رفقاء کی اولوالعزمی کی برکت سے امارت شرعیہ کی حفاظت فرمائی اور حالات رفتہ رفتہ درست ہوگئے اور آج سو (۱۰۰) سال ہونے جارہے ہیں، امارت شرعیہ کی عظمت کا آفتاب اب بھی نصف النہار پر ہے۔

نعرۂ تکبیر سے جس کے کہستاں ہل گئے
نغمۂ شیریں سے جس کے کفر وایماں مل گئے

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے انہی حالات کے پیش نظر لکھا تھا:

---حواشی---

180 - محاسن سجاد ص ۲۸،۲۷۔

"بہار میں امارت شرعیہ کا قیام ان (مولانا سجادؒ) کی سب سے بڑی کرامت ہے، زمین شور میں سنبل پیدا کرنا اور بنجر علاقہ میں لہلہاتی کھیتی کھڑی کرلینا ہر ایک کا کام نہیں[181]۔

کوئی طاقت اس کوہ عزم واستقلال کو متزلزل نہ کر سکی

امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محی الدین پھلواروی ؒ نے حضرت مولانا سجادؒ کی روح کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا جس میں اعتراف حقیقت بھی ہے اور اس دور کی مشکلات کی جھلک بھی:

"اس وقت کہ ہندوستان کے بہترین دماغ انقلاب کی نیم خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے، مولانا نے وقت کی صحیح شرعی ضرورت کو سمجھا کر اور شرعی تنظیم کے اصول علماء کو یاد دلائے، اور اس طرح امارت شرعیہ کے قیام کی تحریک تمام ہندوستان میں پھیلائی، اس کے لئے علماء وزعماء ہند کے پاس متعدد سفر کئے، جہاں تک مجھ کو یاد ہے، سال دو سال تک پیہم مخصوص طور پر اس کے لئے جدو جہد کرتے رہے، بالآخر علماء صوبہ بہار کے ذریعہ زعماء اور علماء کی ایک بڑی جماعت کو جمع کر کے اس کی بنیاد ڈالی، اور صوبہ بہار میں امارت شرعیہ قائم کی، بعد کو اس میں اختلافات بھی پیدا کئے گئے لیکن دنیا کی کوئی طاقت اس کوہ عزم واستقلال کو اپنی جگہ سے متزلزل نہ کر سکی، اور بحمد اللہ امارت شرعیہ اپنا کام حسب استعداد برابر کرتی رہی اور کر رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ کرتی رہے گی"[182]

کل ہند امارت کا خواب پورا نہ ہو سکا

البتہ حضرت مولانا سجادؒ یہ غم اپنے ساتھ لے کر دنیا سے گئے کہ امارت شرعیہ بہار کے قیام کے بعد مولانا قریب انیس (۱۹) سال باحیات رہے لیکن کل ہند امارت کا خواب ان کا پورا نہ ہو سکا، جس کے لئے وہ

----حواشی----

181۔ محاسن سجاد ص ۳۹۔

182 ۔ حیات سجاد مرتبہ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ ص ۶۹۔

جمعیۃ علماء ہند کی طرح پر امید تھے۔

ایسا نہیں تھا کہ امارت شرعیہ بہار کے قیام کے بعد مولاناؒ کل ہند امارت کے معاملے میں مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہوں، بلکہ آپ کی مسلسل کوششیں اس کے بعد بھی جاری رہیں، مثلاً:

☆جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس سوم (۱۸/ نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۷/ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ) کو بہ مقام بریڈلا ہال لاہور زیر صدارت حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ قیام امارت شرعیہ بہار کے چار (۴) ماہ بعد ہوا، آپ کی کوششوں سے اس اجلاس میں بھی امیر الہند کی تجویز پیش کی گئی، جو باہمی اختلافات کی نذر ہو گئی (تفصیل پیچھے گذر چکی ہے)۔

☆اس سے قبل ۱۸/ ستمبر ۱۹۲۱ء (۱۵/ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ) کو جمعیۃ علماء کی مجلس منتظمہ میں بھی یہ تجویز رکھی گئی تھی۔

☆جمعیۃ علماء ہند کا چوتھا اجلاس ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۲ء کو خود حضرت مولانا سجادؒ کی نگرانی میں ان کے اپنے شہر "گیا" میں منعقد ہوا، اس میں بھی قیام امارت اور انتخاب امیر کی شرعی ضرورت کا اعلان کیا گیا، صدر اجلاس حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

> "ایسی حالت میں کہ مسلمان ایک غیر مسلم طاقت کے زیر حکومت ہیں، اور ان کو اپنے معاملات میں مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے لئے "والی" اور امیر مقرر کریں۔ دارالقضاء قائم کر کے قضاۃ اور مفتیین کا تقرر کریں جمعیۃ علماء میں یہ تجویز منظور ہو چکی ہے، اور جمعیۃ علماء کے اجلاس لاہور میں یہ طے ہوا تھا کہ ایک سب کمیٹی کا اجلاس بدایوں میں منعقد کیا جائے جس میں امیر شریعت کے شرائط و فرائض و اختیارات وغیرہ مسائل طے کر لئے جائیں اور اس کے بعد انتخاب امیر کا مسئلہ پیش کیا جائے۔

اس قرارداد کے موافق ۸/ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ کو سب کمیٹی کا اجلاس ہوا اور مختلف مسودے پیش ہوئے مگر ابھی تک ان کا نتیجہ مرتب ہو کر مجلس منتظمہ میں پیش نہیں

ہوا ، امید ہے کہ جلد از جلد اس کے قواعد مرتب ہو کر انتخاب امیر کا وقت آجائے گا یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ ہندوستان کے امیر شریعت کے تحت میں صوبہ وار امیر مقرر ہوں گے۔۔۔۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اول صوبہ جات کے امراء کا انتخاب کیا جائے اور جب ہم کو صوبہ جات کی حالت سے اطمینان ہو جائے اس وقت امیر عام کا انتخاب ہونا چاہئے۔

علماء و مشائخ اور کبراء صوبہ بہار کا مسلمانوں پر بھاری احسان ہے کہ انہوں نے اپنے صوبہ میں امیر شریعت قائم کر کے مسلمانوں کے لئے ایک سڑک تیار کر دی ہے۔

۔۔۔۔ امید کرتے ہیں کہ دوسرے صوبہ کے علماء بھی جلد از جلد صوبہ بہار کی تقلید کریں گے"[183]۔

☆جمعیۃ علماء بہار کا چھٹا اجلاس (۱۹۲۵ء / ۱۳۴۳ھ) مراد آباد میں ہوا جس کے صدر عالی قدر خود حضرت مولانا سجادؒ تھے، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں امارت ہند کی ضرورت و اہمیت پر مفصل گفتگو فرمائی اور آخر میں فرمایا:

"آپ کا فرض ہے کہ آج علمائے کرام و زعمائے ملت جب کہ ایک جگہ ہندوستان کے مسائل پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، تو میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس چیز کو سامنے لانا چاہئے، اور غور کرنا چاہئے ،اگر آپ نے مراد آباد میں جمع ہو کر اور کچھ نہیں کیا بلکہ صرف اسی امر کے متعلق عمل کرنے کی کوئی شکل پیدا کر لی تو یقین فرمائیے کہ آپ نے سب کچھ کر لیا، کیونکہ تمام چیزیں اس کی نسبت فرع ہیں اور وہ اصل ہے"[184]

☆اس کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس کلکتہ (۱۹۲۶ء / ۱۳۴۴ھ) زیر صدارت علامہ سید سلیمان

۔۔۔۔حواشی۔۔

183 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند (۱۹۲۲ء) گیا، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ ص ۴۴۔

184 ۔خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند مراد آباد ص ۱۳۲، (۱۹۲۵ء)۔

ندویؒ) میں، نیز اجلاس پشاور (۱۹۲۷ء / ۱۳۴۵ھ زیر صدارت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ) میں بھی امارت شرعیہ کے مسئلہ کا ذکر آیا، اور ہر بار اسٹیج سے اس کے قیام کی دعوت دی گئی۔

☆حضرت مولانا سجادؒ کی حیات میں آخری بار یہ تجویز جمعیۃ علماء ہند کے بارہویں اجلاس جونپور (۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء زیر صدارت حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) میں منظور کی گئی، تجویز کے الفاظ تھے:

"تجویز نمبر ۱۵ انتخاب امیر

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی ترقی اور اقتصادی اصلاح اور ہر نوع کی فوز وفلاح کے لئے ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیم کے ماتحت اپنا امیر منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کریں، یہ ایک اہم فریضہ ہے جس کی طرف جمعیۃ علماء ہند ۱۹۲۱ء سے مسلمانوں کو توجہ دلا رہی ہے، بہر حال مسلمانوں پر اس فریضہ کی ادائیگی لازم ہے، اور اس کے ایک مخصوص اجلاس منعقدہ بدایوں میں تشکیل امارت شرعیہ کا ایک ابتدائی خاکہ بھی مرتب کر کے شائع کیا گیا تھا، بہر حال مسلمانوں پر اس فریضہ کی ادائیگی لازم ہے، البتہ شرعی امیر کا انتخاب ایسے شرعی اصول پر ہو جو زیادہ سے زیادہ ارباب حل وعقد کے نزدیک مقبول ومسلم ہو، امیر ایسا شخص ہو جو علوم دینیہ کا ماہر، قومی ضرورتوں سے واقف اور سیاست حاضرہ کا اچھا جاننے والا ہو، اس کے اعمال واخلاق پسندیدہ اور قابل اعتماد ہوں، وہ مستعد اور جری ہو اور اس کی عملی زندگی ممتاز درجہ رکھتی ہو، جمعیۃ علماء ہند ضروری سمجھتی ہے، کہ اول مسلمانوں کو اس فریضہ کی ضرورت اور اہمیت سے روشناس کرایا جائے، پھر مناسب وقت پر انتخاب امیر کے لئے ایسی مخصوص مؤتمر طلب کی جائے جس میں زیادہ سے زیادہ ارباب حل وعقد کو دعوت دی گئی ہو، اور اس میں "امیر الہند" کا انتخاب کیا جائے، اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، اور اسی

روز "بیت المال" قائم کیا جائے"[185]

لیکن کوئی عملی قدم نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکا، یہاں تک کہ حضرت مولانا سجادؒ کا وقت موعود آپہونچا اور ۱۷/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۸/ نومبر ۱۹۴۰ء کو وہ یہ غم اپنے سینے میں دبائے چلے گئے۔

جان ہی دے دی جگرؔ نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت مولانا سجادؒ کے بعد

حضرت ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ کے وصال کے بعد بعض ریاستوں (مثلاً یوپی) میں امارت شرعیہ کے لئے کچھ کوششیں کی گئیں، لیکن وہ بھی بے نتیجہ رہیں، اس المیہ کو حضرت مولاناؒ کے شریک کار اور محرم اسرار شاہ محمد عثمانیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"یوپی میں امارت شرعیہ کے قیام کی کوششیں آزادی سے پہلے ہوئیں، لیکن علماء دین کے اختلاف باہمی کا مرکز یوپی کی ریاست رہی، اس لئے مذہبی تنظیم کی اسکیم کامیاب نہ ہو سکی، آزادی کے بعد جمعیۃ اس قابل ہوگئی تھی کہ وہ امارت شرعیہ قائم کرے، مسلمان جمعیۃ کے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن سردار پٹیل اور آر ایس ایس والے یہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ مسلمان انقلاب کی تیاریاں کر رہے ہیں، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بلکہ انہونی باتوں کو مہیب شکل میں پیش کرتے تھے، اور ان کا ہوّا کھڑا کر دیتے تھے، مولانا حفظ الرحمنؒ وغیرہ خائف ہوئے کہ امیر شریعت فی الہند کا انتخاب ہوا تو اس کا مطلب بھی یہی لیا جائے گا، اس لئے امارت کا قیام تو کیا عمل میں آتا جمعیۃ نے سیاست سے علٰحدگی کا اعلان کر دیا، اور جمعیۃ کے مقاصد سے محاکم شرعیہ کے قیام کی دفعہ نکال دی گئی"[186]۔

----حواشی----
----

185 - امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۶۵،۶۴ تالیف حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

186 - ٹوٹے ہوئے تارے ص ۱۰۲ مرتبہ: شاہ محمد عثمانیؒ